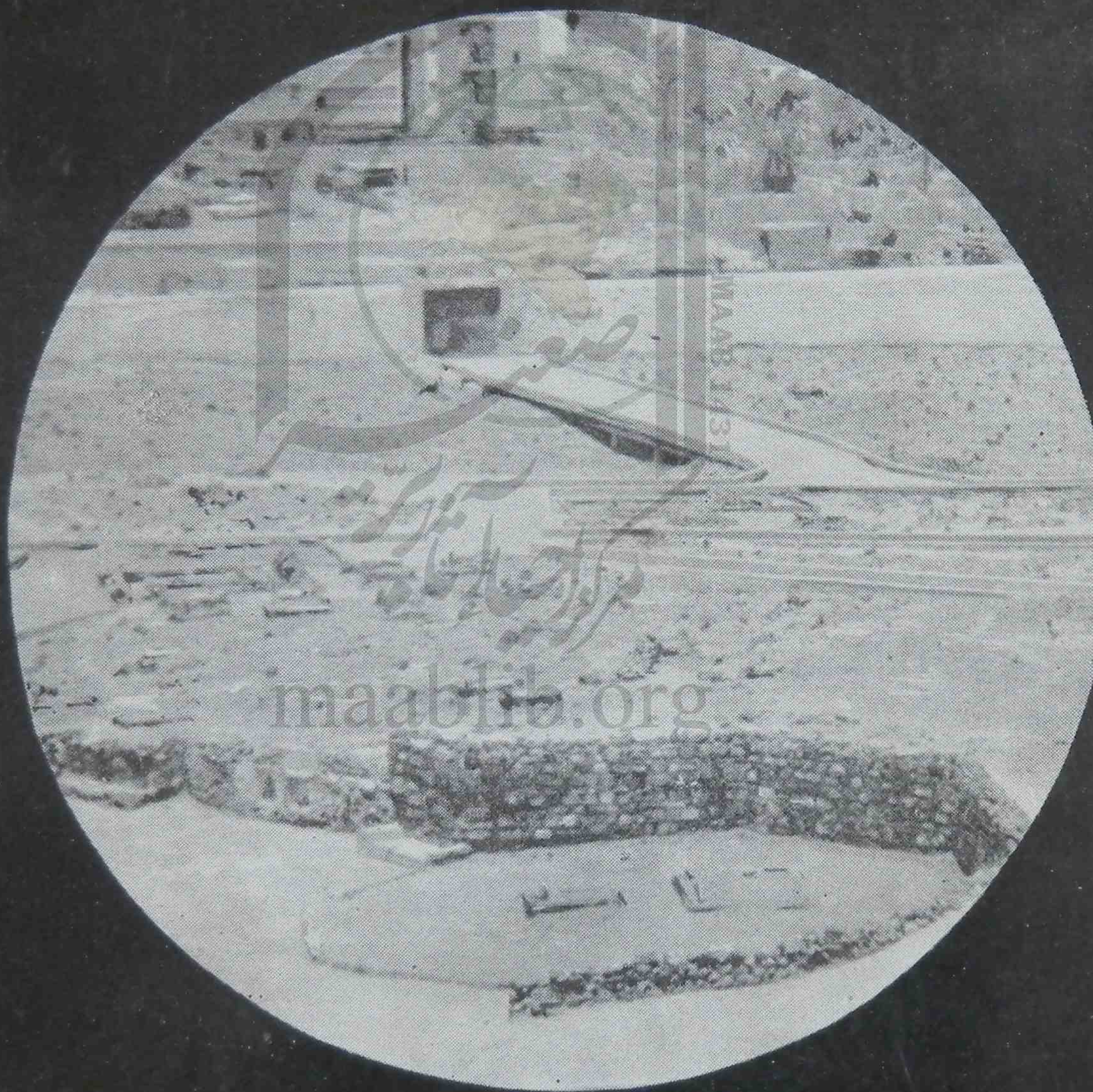
امام زین العابدین

علی ابن الحسین علیہ السّلام



ضیاء الحسن موسوی

باسمہ سبحانہ

آدم آل محمدؐ

محرّر العبید

سیّد سجّاد

امام زین العابدینؑ

حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام

نگارش
ضیاء الحسن موسوی

طابع ــــــــــــــــ فیروز سنز

سرورق ــــــــــــ غلام حسین جعفری

کتابت ــــــــــــ عبدالرحیم خان

تعداد اشاعت ــــــــ دو ہزار (۱۹۷۵ء)

قیمت ــــــــــــ چار روپے

ناشر ــــــــــــ مکتبۂ والعصر

۵۳۸/۱۳ گارڈن ایسٹ کراچی ۵

سرورق کی تصویر جنت البقیع مدینہ منورہ

انتساب

اپنے بڑے بیٹے زین الحسن موسوی کے نام جو روزِ ولادت امام زین العابدینؑ اس دنیا میں آیا جو "نئی نسل" کی علامت ہے۔

وہ نئی نسل جس سے میں جو "پرانی نسل" کی علامت ہوں از حد شرمندہ ہوں۔ اس لیے کہ ہم اپنے نوجوانوں تک آل محمدؐ کی حیات و خدمات و تعلیمات پوری طرح اس زبان میں نہ پہنچا سکے جو "عصرِ حاضر" کی زبان ہے۔ نہ عصرِ نو کے تقاضوں کے مطابق ان کے لئے کتابیں فراہم کر سکے اور نتیجہ یہ ہوا کہ مذہب سے ان کا رشتہ فقط "منبر" کا رہ گیا۔ اور "منبر" بھی وہ جسے لفاظی کی دیمک کھا رہی ہے۔ اور جس کی بلندی سے اکثر بولنے والے علم و تحقیق سے بے گانہ ہو چکے ہیں اور زر طلبی کا شکار ہو چکے ہیں

یہ مختصر سی کتاب اسی احساس کا نتیجہ ہے۔ اگر اس سے دونوں نسلوں کی افہام و تفہیم میں جو خلیج حائل ہو گئی ہے وہ کچھ تھوڑی سی بھی پُر ہو سکے تو میں اسے سعادتِ عظمیٰ سمجھوں گا۔

عاصی پُر معاصی
ضیاء الحسن موسوی
محرم ۱۳۹۵ھ - کراچی

تعارف سے بے نیاز سیّد ناصر جہاں

میرے محترم دوست اور اس کتاب کے مصنف: سید ضیاء الحسن موسوی صاحب، نگران شعبۂ عربی اور محکمہ مطبوعات حکومت پاکستان کے عربی رسالے کے مدیر اعلیٰ ہیں۔ دادھیالی سلسلہ: ابن جناب سید نجم الحسن موسوی مرحوم سابق سکریٹری پائیگاہ حیدر آباد دکن ابن جناب مولانا سید محمد علی موسوی مرحوم ابن علامہ غلام حسنین المعروف بہ علامہ کنتوری۔ نانیہالی سلسلہ نصیر الملت اور سعید الملت اعلی اللہ مقامہما کے بھانجے ور شاگرد۔ سرکار ناصر الملت ابن جناب فردوس مآب صاحب عبقات الانوار کے نواسے۔ صدیوں سے یہ خاندان مذہب و علم و ادب کی خاموش خدمت کر رہا ہے مگر سارے عالم اسلام میں معروف ہے اور دنیائے تحقیق میں ان کا قول معتبر ترین اور حرف آخر کا حکم رکھتا ہے۔

موسوی صاحب عربی، فارسی اور اردو کے عالم ادیب صحافی خطیب مصنف اور شاعر ہیں ان کے رشحات قلم برصغیر اور مشرق وسطی میں شائع اور نشر ہوتے رہتے ہیں، وہ لیاقت علی خاں مرحوم کے زمانے سے ابتک حکومت پاکستان کے عربی کے ترجمان ہیں وہ ۱۹۴۹ء سے ابتک ہر بین الاقوامی اسلامی اجتماع کی روح رواں رہے ہیں اور جدید و قدیم عربی پر ان کو حیرت انگیز قدرت حاصل ہے ان کے علم و فضل کے معترفین میں نظام حیدر آباد۔ شاہ ایران اور مختلف عربی اور اسلامی ممالک کے سربراہان مملکت اور زعماء شامل ہیں۔

موسوی صاحب پانچ مرتبہ حج بیت اللہ سے اور متعدد مرتبہ مقامات مقدسہ کی زیارت سے مشرف ہو چکے ہیں اور دنیا کے مختلف ممالک کی سیاحت کر چکے ہیں، ان کے بزرگ جسٹس کرامت حسین موسوی مرحوم نے اپنی ذاتی آمدنی سے پہلا مسلم گرلس اسکول قائم کیا تھا۔ ان کے ایک بزرگ مولانا سراج حسین مرحوم جامعۂ علی گڑھ کی تاسیس کے محرک اول تھے۔ ان کے نانا سرکار ناصر الملت شیعہ کالج لکھنؤ کے مؤسسین میں شامل تھے۔ وہ خود پروفیسر مجتبیٰ حسین اور راجا صاحب محمود آباد مرحوم کے ساتھ سراج الدولہ کالج کے کراچی بانیوں میں شامل ہیں۔

دنیائے مذہب و ادب و علم و ثقافت و صحافت و نشر و اشاعت اور برصغیر اور پاکستان کی آزادی کی تحریک میں ان کا اور ان کے خاندان کا نام کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ ان کی شخصیت کے اتنے پہلو ہیں جن کا تذکرہ بڑی تفصیل چاہتا ہے۔

پیشِ لفظ

پروفیسر مجتبیٰ حسین (صدر شعبۂ اردو بلوچستان یونیورسٹی)

تاریخ میں کامرانی کا معیار اب لے دے کے صرف یہ رہ گیا ہے کہ کسی شخص نے کتنے ملک فتح کیے، کتنا خزانہ جمع کیا، کتنی شاندار عمارتیں تعمیر کیں، کتنے اصلاحی، معاشی اور سیاسی پروگرام ترتیب دیے اور انھیں کس طرح نافذ کیا۔ ظاہری بات ہے کہ یہ تمام چیزیں اپنی جگہ اہم ہو سکتی ہیں۔ مگر "معیار" کی تعریف بدلتی رہتی ہے۔ اس معیار کے لحاظ سے کل کا "ہیرو"، آج کا شیطان بن جاتا ہے یا بن سکتا ہے۔ اور ایک ملک کا "ہیرو" دوسرے ملک کے لئے ظالم و جابر حکمراں ثابت کیا جا سکتا ہے۔ اسی لئے تاریخی کامرانیوں کا یہ معیار ناقص اور نزاعی ہے۔ اس سے ہٹ کے بھی ایک معیار ہے جسے میر تقی میر نے یوں پیش کیا ہے ؎

مرے سلیقے سے میری نبھی محبت میں
تمام عمر میں ناکامیوں سے کام لیا

ناکامیوں سے کام لینے کے لئے بڑا حوصلہ، بڑا دل اور اُس سے بڑا دماغ چاہئے۔ اقتدار اور دولت پا کر کام لینا کچھ زیادہ مشکل نہیں ہے۔ تھوڑی سی صلاحیت اور زمانہ سازی کی ضرورت ہے۔ مگر اقتدار اور دولت سے محروم اور زندگی میں تنہائی اور ناکامی کے باوجود تاریخ کو بامعنی اور بامقصد بنانا کسی چھوٹے آدمی کے بس کی بات نہیں ہے۔ اس کے لئے حضرت علیؑ کی ضرورت ہے۔ جنھیں ان کے حواریوں نے چھوڑ دیا تھا اور جو سولی پر لٹکا دیئے گئے تھے۔ اب اگر کوئی سوال کرے کہ حضرت عیسیٰ نے ہمیں کیا دیا۔؟ تو اس کا جواب صرف یہی دیا جا سکتا ہے کہ انھوں نے "ناکامیوں" کو "کامیابیوں" میں بدلنے کی منزل تک ہماری رہنمائی کی ہے انھوں نے ہمیں انسانی تاریخ کے ایک نئے معیار سے آگاہ کیا۔ یہ تاریخی آگاہی آدمی کی منزلت اور عظمت سے آگاہ کرتی ہے۔

سید سجاد کے سلسلے میں بعینہ یہی بات کہی جا سکتی ہے۔ شہادت حسینؑ کے بعد انھوں نے اس شہادت کی گہری معنویت سے ہمیں آگاہ کیا ہے۔ اُن کی خاموشی اضمحلال اور شکست کے باعث نہیں تھی۔ یہ خاموشی اُس صبرِ جمیل کی تکمیل تھی۔ جس کا آغاز کربلا سے ہوا۔ اس صبرِ جمیل نے یزیدیت کے مکروہ اور مہیب چہرے سے تمام نقابیں ہٹا دیں۔!!

ہمارے ذہن میں یہ سوال شدّت سے پیدا ہوتا ہے کہ اُس عہد کا یہ سب سے بڑا انسان جس سے علم وفضل، زہد و تقویٰ، شجاعت اور سخاوت سرفراز ہوئی خاموش کیوں رہا۔ اس سوال کی گونج پوری تاریخ میں ہے۔

سید سجاد کی یہ خاموشی وہ دوسری عظیم شہادت ہے جو بعد کربلا واقع ہوئی ہے اس خاموش شہادت نے تاریخ کو ظلم کے خلاف زبانیں دے دیں۔

سید ضیاء الحسن موسوی صاحب نے سید سجاد پر جو کچھ لکھا ہے وہ صرف اظہارِ عقیدت نہیں۔ حالانکہ ایسی ذات گرامی کے ساتھ اظہار عقیدت بھی آدمیت کی تصدیق ہے موسوی صاحب کے یہاں تاریخی جائزہ کے ساتھ تاریخی شعور بھی ملتا ہے۔ اسلامی تاریخ کے ہر گوشے سے وہ واقف ہیں۔ وہ عربی مآخذ تک ترجموں کے ذریعے نہیں پہنچے ہیں بلکہ براہِ راست اُن کا مطالعہ کیا ہے۔ اُنکا علم صرف تحقیقی ہی نہیں استنباطی بھی ہے ——— اور یہ اہم بات ہے۔

سید سجاد پر اُن کی یہ مختصر سی کتاب ایک ٹھوس بنیاد ہے جس پر بہت کچھ کام کیا جا سکتا ہے ———

سید مجتبیٰ حسین

۸۶

حضرت علیؑ ابن الحسینؑ

آپ کا نام علیؑ تھا کنیت ابوالحسن اور ابومحمدؐ
مشہور ترین القاب زین العابدین سیدالساجدین
آپ کا نقش نگین الحمد للّٰہ العلی اور العزۃ للّٰہ تھا۔
آپ بکثرت سجدہائے شکر فرماتے تھے اس لئے سجّاد مشہور تھے۔
آپ کے والد گرامی سیدالشہداء حضرت امام حسینؑ علیہ السلام تھے۔

آپ کی والدہ گرامی شہر بانو بنت یزدجرد بن شہریار بن پرویز بن ہرمز بن انوشیروان تھیں۔ بعض مورخین نے آپ کی والدہ کا نام شاہ زناں بھی لکھا ہے۔ علامہ الحرّ العاملی فرماتے ہیں :-

وامہ ذات العلی والمجد   شاہ زنان بنت یزدجرد

لکھنؤ کے مشہور شاعر میر افضل حسین ثابت مرحوم نے کیا خوب کہا ہے ؎

عدل کا نوشیرواں کی آل کو یہ پھل ملا   بنتِ کسریٰ سید سجّادؑ کی ماں ہوگئیں

ایک روایت کے مطابق حضرت شہر بانو عہد خلیفہ ثالث میں جب عبداللہ بن عامر نے خراسان فتح کیا اپنی بہن کے ساتھ قید ہوکر آئیں اور آپ کا عقد امام حسینؑ سے اور آپ کی بہن کا امام حسنؑ سے ہوا۔ جناب شہر بانو کا انتقال ولادت امام زین العابدین کے بعد ہی ہوگیا۔ (جلاء العیون علامہ مجلسی)

دوسری روایت علامہ قطب راوندی نے یہ لکھی ہے کہ حضرت شہر بانو عہد خلیفہ ثانی میں مدینہ منورہ لائی گئی تھیں۔

شیخ مفید علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ شہر بانو (شاہ زناں) اور آپ کی بہن کو

کو امیر المومنین حضرت علیؑ کے مقرر کردہ حاکم حریث بن جابر نے بھیجا تھا۔ اور ان کی شادی امام حسینؑ سے اور دوسری بہن کی شادی حضرت محمد بن ابو بکر سے ہوئی۔ بہر حال جناب شہر بانو جس عہد میں بھی مدینے آئی ہوں یہ ثابت ہے کہ وہ ایران کی شاہزادی تھیں۔ اور اسیری سے قبل انھوں نے خواب میں حضرت رسالت مآبؐ کو دیکھا تھا اور حضرت فاطمہ زہراؑ کی بھی زیارت کی تھی اور امام حسینؑ سے رشتۂ ازدواج کی بشارت حاصل فرما چکی تھیں۔

صدر المحققین سرکار ناصر الملت اعلی اللہ مقامہ علامہ مجلسی علیہ الرحمہ وغیرہ کی اس روایت کو معتبر قرار دیتے تھے کہ جناب شہر بانو کا انتقال امام زین العابدینؑ کی ولادت کے بعد ہی ہو گیا تھا۔ اور وہ کربلا میں موجود نہ تھیں۔ (اسباغ النائل)

ولادت ۱۵۔ جمادی الاولیٰ ۳۶ھ شہادت ۲۵۔ محرم الحرام ۹۵ھ
(۲۵ اکتوبر ۶۵۸ء - ۲۱ ستمبر ۷۱۴ء)

حسن اخلاق

امام زین العابدین علیہ السلام اخلاق محمدیؐ کا نمونہ تھے۔ مورخین نے آپ کے عفو و درگزر اور انکسار و تحمل و بردباری کے متعدد واقعات لکھے ہیں۔ شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ آپ اکثر ایسے لوگوں کے ساتھ سفر کرتے جو آپ سے شناسا نہ ہوں۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے آپ کو پہچان لیا اور دوسروں کو مطلع کیا تو لوگ آپ کے دست و پا کو بوسے دے کر شکوہ کرنے لگے کہ آپ نے اپنا تعارف کیوں نہ کرایا اگر ہم سے کوئی گستاخی ہو جاتی تو کیسا غضب ہوتا؟ آپؑ نے فرمایا جو لوگ مجھے پہچانتے ہیں وہ حضرت رسالت مآب کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے وہ عطوفت و مہربانی کرتے ہیں جس کا میں مستحق نہیں ہوں اس لئے میں گمنامی کو پسند کرتا ہوں۔

آپ کی خدا ترسی اور کثرت عبادت کی بہت سی روایتیں کتابوں میں درج ہیں۔ آپ اپنے آباء و اجداد کی طرح راتوں کو اہل حاجت کے گھروں پر اشیاء مایحتاج اور رقوم

پہنچاتے تھے تاکہ ارباب اقتدار کی غلط بخشیوں کی وجہ سے جو غیرت مند پریشان حال تھے ان کی کفالت ہو سکے۔ اور ظلم وستم کی وجہ سے جن خاندانوں کے روزی کمانے والے مرد قتل یا اسیر ہو چکے ہوں ان کے عیال واطفال بھوکے نہ رہیں اس بار اٹھانے سے آپ کے دوش مبارک پر جو نشان پڑ گئے تھے آپ کی شہادت کے بعد غسل کے وقت نظر آئے۔

کسی نے ایک دفعہ عرض کیا کہ اے فرزند رسولؐ میں آپ کو خوشنودی خدا کے لئے دوست رکھتا ہوں تو آپ نے فرمایا۔ "اے اللہ تیرے بندے مجھے تیری خوشی کے لئے دوست رکھتے ہیں۔ میں پناہ مانگتا ہوں تیری کہ کہیں میں تیری خوشی سے محروم نہ ہو جاؤں۔" حضرت رسالت مآب اور آئمہ معصوم میں اس طرح خوف خدا اور دعاؤں سے ہمیں سبق دیتے تھے کہ مرضی خدا کے مطابق زندگی بسر کریں اس لئے کہ اللہ کو انکسار اور خاکساری پسند ہے۔

ایک مرتبہ آپ نے سنا کہ کچھ لوگ آپ کی غیبت (غیر موجودگی میں مذمت) کر رہے ہیں آپ ان کے قریب گئے اور فرمایا "اگر تم سچے ہو اور مجھ میں یہ عیب موجود ہیں۔ تو میں خدا سے معافی کا طلب گار ہوں اگر تم غلط کہہ رہے ہو تو میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تم کو معاف کر دے۔"

ہمارا معاشرہ جو غیبت اور بدگوئی کی مصیبت میں مبتلا ہے۔ اس کے لئے امام علیہ السلام کا یہ طرز عمل اور یہ اخلاق ایک تازیانہ عبرت ہے

احترام اہل علم

جب کبھی کوئی طالب علم آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو آپ فرماتے۔

مرحبا بوصیۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یعنی خوش آمدید اے وصیتِ رسولؐ پر عمل کرنے والے۔! چونکہ جناب رسالتمآب نے حصول علم ہر مسلمان پر فرض قرار دیا تھا اس لئے امام علیہ السلام اس انداز سے طالبان

علم کا خیر مقدم فرماتے تھے۔! اس کے بعد ارشاد فرماتے کہ :-

"جب کوئی طالبِ علم حصولِ علم کیلئے گھر سے قدم باہر نکالتا ہے اور خشکی اور تری کی منزلیں طے کرتا ہے تو زمین کا ذرہ ذرہ اُس کی ثنا، وصفت کرتا ہے"

کربلا کا غم

ایک خادم کا بیان ہے کہ جب کبھی آپ کے سامنے کھانا یا پانی آتا تو آپ کی آنکھوں میں آنسو آجاتے۔ میں نے ایک مرتبہ عرض کیا کہ آقا اب تو آپ کا غم کم ہو جانا چاہیئے تو فرمایا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ فرزند تھے۔ ان میں سے ایک اُن کی نظروں سے پنہاں ہو گیا تھا تو بکثرت رونے سے آپ کی آنکھیں سفید ہو گئی تھیں۔ اور سر کے بال بھی سفید ہو گئے تھے اور کمر جھک گئی تھی۔ مگر میں نے اپنی آنکھوں سے اپنے والد، بھائیوں اور خاندان کے سترہ آدمیوں کو شہادت پانے کے بعد زمین پر خاک و خون میں آلودہ پڑے ہوئے بے لبسی کے عالم میں دیکھا ہے۔ اب بتلاؤ کہ میرا غم کیسے کم ہو؟ (منتہی الآمال)

دشمنوں سے سلوک

آلِ محمدؐ سے مروان بن الحکم اور اُس کے خاندان کی دشمنی سے کون آگاہ نہیں، لیکن ابن اثیر نے کامل التواریخ میں لکھا ہے کہ :-

"جب اہلِ مدینہ نے یزید کی بیعت توڑ ڈالی اور مدینے کے گورنر اور بنی اُمیّہ کو مدینے سے نکال دیا تو مروان عبداللہ بن عمر کے پاس گیا اور خواہش کی کہ وہ اُس کے عیال کو پناہ دیں، تاکہ وہ اہلِ مدینہ سے محفوظ رہیں مگر اُنھوں نے انکار کیا پھر مروان امام زین العابدین کے پاس گیا اور خواہش

کی کہ وہ اس کے عیال کو اپنے حرم کے ساتھ رکھیں تاکہ وہ محفوظ و مامون رہ سکیں حضرت نے منظور فرمایا! ور مروان نے اپنی زوجہ یعنی عائشہ بنت عثمان بن عفان وغیرہ کو آپ کی خدمت میں بھیجا، حضرت نے مروان کے اہل عیال کو اپنے اہل و عیال کے ساتھ ینبع کے مقام پر بھجوا دیا۔ ور بقولے مروان کے اہلِ خاندان کو اپنے فرزند گرامی عبداللہ کے ہمراہ طائف روانہ کر دیا۔

بندگی

طاؤس یمانی کہتے ہیں کہ نصف شب کے وقت میں مقام حجر اسماعیلؑ کے قریب گیا تو دیکھا کہ حضرت زین العابدین سجدہ میں ہیں اور فرما رہے ہیں۔ الٰھی عُبَیدُکَ بِفِنَائِکَ مِسکِینُکَ بِفِنَائِکَ فَقِیرُکَ بفنائک - خدایا تیرا ناچیز بندہ تیری درگاہ میں حاضر ہے۔ تیرا مسکین تیری درگاہ میں حاضر ہے۔ تیرا فقیر تیری بارگاہ میں حاضر ہے! اس کے بعد سے جب بھی کسی مشکل میں پڑا تو میں نے اسی طرح خدا کو پکارا اور ہمیشہ اللہ نے اُس پریشانی سے نجات عطا کی۔ (منتہی الآمال)

رحمت خدا سے مایوسی

زہری سے کوئی گناہ ہو گیا جس سے ان کا چہرہ اُتر گیا تو ان سے امام زین العابدینؑ نے فرمایا کہ خدا کی وہ رحمت جو ہر شئے سے وسیع تر ہے اُس سے مایوس ہونا اس سے بڑا گناہ ہے جس کے تم مرتکب ہوئے ہو تو زہری نے کہا اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ اور یہ کہہ کے اپنے اہل و عیال کے پاس واپس چلے گئے۔

(ینابیع المودۃ شیخ سلیمان قندوزی ص ۱۳۲ ج ۲ مطبوعہ مطبعۂ عرفان بیروت)

عبادت

امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نے اپنے والد بزرگوار کی عبادت کا جب یہ حال دیکھا کہ بیداری سے رنگ رُخ زرد ہو گیا تھا گریہ سے آنکھیں متورم تھیں سجدوں سے پیشانی پر نشان پڑ گئے تھے۔ قیام سے پائے مبارک پر ورم آگیا تھا۔ تو میں آبدیدہ ہو گیا۔ امام زین العابدین نے مجھے دیکھا اور فرمایا ذرا وہ کتابیں لاؤ جن میں امیرالمومنینؑ کی عبادت کا تذکرہ ہے۔ میں وہ کتابیں لایا تو اُن میں سے کچھ صفحات کو پڑھ کر فرمانے لگے۔

"کس کی ہمت ہے کہ علی بن ابیطالب کی طرح خدا کی عبادت کر سکے۔"

(مسانید الآئمہ)

تلاوت

امام زین العابدینؑ تمام لوگوں سے زیادہ خوش الحانی سے کلام مجید کی تلاوت فرماتے تھے۔ تا اینکہ سقے بھی آپ کے در پر کھڑے ہو کر بڑی محویت سے آپ کی تلاوت سُنا کرتے تھے۔ (منتہی الآمال)

حج

امام غزالی نے اسرار الحج میں سفیان بن عُیینہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی بن الحسین نے جب حج کا احرام باندھنا چاہا تو رنگ زرد ہوا اور جسم میں رعشہ تھا۔ سفیان نے کہا مولا لبیک فرمائیے۔ آپ نے کہا اور اگر جواب میں معبود نے فرمایا لا لبیک ولا سعدیک؟ پھر آپ نے تلبیہ کہا اور غش کی سی کیفیت طاری ہو گئی۔ حج کے ارکان ختم ہونے تک خوف و خشیت الٰہی کا یہی عالم رہا۔

قول اور عمل

شہادت ہماری فضیلت ہے

جب المیۂ کربلا کے بعد اہل حرم اسیر کرکے کوفہ لائے گئے اور یزید کے گورنر ابن زیاد نے دربار میں امام زین العابدین علیہ السلام کو قتل کرانے کی دھمکی دی تو آپ نے فرمایا:-

"کیا تجھے معلوم نہیں ہو چکا ہے کہ قتل ہونا ہماری عادت ہے اور شہادت منجانب اللہ ہماری کرامت و فضیلت ہے۔" (تاریخ ابن اثیر ج ۴ ص ۳۴)

بیعت شکنوں سے خطاب: تم امّتِ رسولؐ سے خارج ہو!

جب اسیرانِ کربلا کوفے پہنچے تو محبانِ آل محمدؐ یا قتل ہو چکے تھے یا قید میں تھے اور عام اہل کوفہ جن کی اکثریت نے امام حسین علیہ السلام کو خطوط لکھے تھے کہ وہ تشریف لائیں اور حضرت مسلم بن عقیل کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بعد ابن زیاد کے آنے پر بیعت شکنی کرکے بے وفائی کے مرتکب ہوئے تھے۔ وہ بازاروں میں جمع تھے ان کو خطاب کرتے ہوئے امام زین العابدین نے فرمایا۔

لہوف ابن طاؤس اور مثیر الاحزان ابن نما میں ہے کہ سید سجاد بغیر کجادہ کے اونٹ پر سوار تھے اور طوق و زنجیر میں جکڑے ہوئے تھے اور آپ کے ہاتھ پس گردن سے بندھے ہوئے تھے۔ اور آپ کی گردن سے خون بہہ رہا تھا۔ آپ نے پہلے تین شعر پڑھے جن کا مفہوم یہ ہے کہ۔ اے بری قوم خدا تمہاری کھیتیوں کو سیراب نہ کرے۔ اے وہ قوم

جس نے ہمارے ساتھ سلوک میں ہمارے جدّ کا بھی خیال نہ کیا۔ اگر روز قیامت تم ہمارے اور رسول اللہ کے سامنے آئے تو کیا عذر پیش کروگے تم ہم کو اونٹ کی ننگی پیٹھ پر اسیر کر کے لے جا رہے ہو۔ گویا ہم نے تم میں دین کی بنیادوں کو استوار نہیں کیا تھا۔ پھر آپ نے مجمع کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ جب لوگ چپ ہو گئے تو آپ نے حمد و ثنا و نعت رسولؐ کے بعد فرمایا۔

اے لوگو تم میں سے جو مجھے نہیں جانتا کہ میں علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب ہوں۔ میں اس کا بیٹا ہوں جس کی بے حرمتی کی گئی ہے جس کا مال لوٹا گیا ہے اور جس کے عیال کو قیدی بنایا گیا ہے۔ میں ساحل فرات پر ذبح ہونے والے کا فرزند ہوں۔ میں اس کا فرزند ہوں جو مظلوم شہید کیا گیا۔ اور یہ میرے فخر کے لیئے بہت کافی ہے۔ اے لوگو میں خدا کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ کیا تم نہیں جانتے کہ تم نے میرے باپ کو خط لکھے اور دھوکہ دینے کی کوشش کی تم نے عہد و پیمان کیئے۔ بیعت کی اور پھر اُن سے قتال کیا۔ پس وائے ہو اس پر جو تم نے اپنے لیئے کیا۔ اور کیا بُرا فیصلہ کیا۔ اب کن نگاہوں سے رسولِ خدا کو دیکھو گے۔ جب وہ فرمائیں گے کہ تم نے میری عزت کو قتل کیا میری عزت برباد کی پس تم میری اُمّت سے خارج ہو۔!!

علم و فصاحت کا وارث دربار یزید میں

یزید نے امام زین العابدین سے خطاب کر کے پوچھا۔ آپ نے دیکھا کہ خُدا نے کیا کیا؟ آپ نے جواب دیا ہم نے وہ دیکھا جو قبل خلقت زمین و آسمان اللہ کے علم میں تھا۔ پھر یزید کو جب اس کے مشیروں نے امام کے قتل کا مشورہ دیا تو آپ نے فرمایا:۔ اے یزید تیرے مشیروں نے اس کے خلاف مشورہ دیا ہے جو فرعون کے مشیروں نے موسیٰ اور ہارون کے بارے میں فرعون کو دیا تھا۔ اور کہا تھا کہ موسیٰ اور ان کے بھائی کو چھوڑ دے اور اولاد و ابنائے انبیاء کو قتل نہ کر۔ یہ سُن کر یزید نے سر جھکا لیا۔ (اثبات الوصیۃ ص ۱۴۳ طبع نجف)

یزیدؔ نے اثنائے کلام میں کہا کہ ما أصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم امام نے فرمایا ہمارے بارے میں یہ آیت نہیں بلکہ دوسری آیت نازل ہوئی ہے اور وہ یہ کہ ما أصاب من مصیبۃ فی الارض ولا فی أنفسکم الا فی کتاب من قبل أن نبرأھا ان ذلک علی اللہ یسیر لکیلا تأسوا علی ما فاتکم ولا تفرحوا بما أتاکم (العقد الفرید ج ۲ ص ۳۱۳ وطبری ج ۶ ص ۲۶۷)

اور ہم وہ ہیں جو نقصان پر افسوس نہیں کرتے اور جو ہم تک آتا ہے اُس پر خوشی نہیں مناتے (تفسیر علی بن ابراہیم ص ۶۰۳)

پھر جب سید سجاد نے یزید سے گفتگو کی اجازت طلب کی تو یزید نے کہا۔ مگر اس شرط پر کہ تم بیکار باتیں نہ کرو۔ آپ نے فرمایا۔ میں جس موقف میں ہوں وہاں میرے جیسے شخص کے لیئے بے کار گفتگو زیبا نہیں ہے۔ پھر آپ نے پوچھا کہ اے یزید تیرا کیا خیال ہے کہ اگر رسول اللہؐ مجھے اس حالت میں دیکھیں تو ان کا کیا حال ہوگا۔؟ یہ سن کر یزید نے حکم دیا کہ جن زنجیروں میں امام جکڑے ہوئے ہیں وہ کھول دی جائیں (مثیر الاحزان ابن نما ص ۵۴)

یزید نے خطیب کو حکم دیا کہ وہ معاویہ کی تعریف کرے اور امام حسینؑ اور ان کی آل کی منقصت کرے۔ چنانچہ جب خطیب نے حد سے زیادہ تعمیلِ حکم کی تو سید سجاد نے بلند آواز سے کہا:- اے شخص تو نے مخلوق کی مرضی کے عوض خالق کی ناراضی کا سودا کیا ہے گھبرا نہیں آتشِ جہنم جلانے کے لیئے تیری منتظر ہے (نفس المہموم ص ۲۴۲) پھر ایک شعر پڑھا کہ ؎ تم لوگ اس منبر پر علی الاعلان اُس کو برا کہتے ہو جس کی تلوار سے اس منبر کا ڈھانچہ مستحکم ہوا ہے !(یعنی علیؑ)

پھر یزید سے فرمایا:- کیا اجازت ہے کہ میں اس منبر کے زینوں پر چڑھ کے ایسا کلام کروں جو رضائے خدا اور حاضرین کے لیئے اجر و ثواب کا باعث ہو؟ یزید نے انکار کیا حاضرین نے اصرار کیا۔ مگر یزید نہ مانا تو یزید کے بیٹے معاویہ نے کہا اجازت دیدیجئے بھلا یہ کر

ہی کیا سکتے ہیں؟ تو یزید نے کہا:۔

"تجھے کیا معلوم یہ علم و فصاحت کے وارث ہیں (کامل بہائی) اور علم ان کو اس طرح بھرایا گیا ہے جیسے طائر اپنے بچوں کو دانہ بھراتا ہے۔"

(ریاض الاحزان ص ۱۴۸)

حاضرین دربار اصرار کرتے رہے اور یزید کو آخر اجازت دینا پڑی۔

امام زین العابدین منبر پر گئے اور فرمایا:۔

اُس خدا کا شکر جس کے لئے کوئی ابتدا نہیں۔ وہ ہمیشہ رہنے والا جس کیلئے کوئی انتہا نہیں وہ اوّل جس کے لئے نہ اولیت ہے اور وہ آخر جس کے لئے آخریت نہیں ہے جو خلق کی فنا کے بعد بھی باقی رہے گا۔ دنوں اور راتوں کی قدر مقرر کرنے والا اور ان کے درمیان قسموں کا تقسیم کرنے والا پس پاک ہے وہ اللہ جو حاکم و عالم ہے .... اے لوگو! ہم کو اللہ نے چھ خصوصیات اور فضیلتیں عطا کی ہیں۔ ہم کو علم و حلم و نرم دلی و فصاحت و شجاعت اور قلوب مومنین کی محبت عطا کی ہے۔ اور برتری کی باتیں یہ ہیں کہ ہم ہی میں سے نبیؐ اور صدیق (ابو طالب) اور طیار (جعفر) اور شیر خدا اور شیر رسول (حضرت حمزہ و حضرت علی) اور سبطین (حسن و حسین) ہیں تم میں سے جو مجھے نہیں جانتا اس کو اپنے حسب و نسب سے آگاہ کرتا ہوں:۔

میں فرزند مکہ و منیٰ ہوں۔ میں فرزند زمزم و صفا ہوں، میں اس کا فرزند ہوں جس کی چادر میں حجر اسود اٹھایا گیا ہے۔ جو لباس پہننے والوں میں سے سب سے افضل ہے، میں اس کا فرزند ہوں جو سعی و طواف اور حج کرنے والوں اور لبیک کہنے والوں میں سب سے افضل ہے۔ میں اس کا فرزند ہوں جو براق پر بیٹھ کے جبرئیل کے ساتھ سدرۃ المنتہی تک پہنچا..... اور اپنے رب سے دو کمانوں بلکہ اس سے بھی کم قربت پر فائز ہوا۔ میں اس کا فرزند ہوں جس کے پیچھے ملائکہ آسمان نے نماز پڑھی۔ میں اس کا فرزند ہوں جس پر اُس کے خلیل نے اَوحیٰ الیہ ما اَوحیٰ میں اُس کا فرزند ہوں جس نے رسولؐ

کے سامنے بدر وحنین میں تلوار سے کافروں کو قتل کیا۔ جو چشم زدن کے لیے بھی کفر کے قریب نہ گیا میں صالح المومنین وارث النبیین یعسوب المسلمین نور المجاہدین قاتل الناکثین والقاسطین والمارقین مُفرق الاحزاب اور اُس کا فرزند ہوں جو سب سے زیادہ بہادر اور مستحکم ارادے کا تھا۔ یعنی ابوالسبطین والحسن والحسین علی بن ابی طالب میں فرزند فاطمۃ زہراء ہوں جو سیدۃ النساء ہیں۔ میں فرزند خدیجۃ کبریٰ ہوں۔ میں اس کا فرزند ہوں جو اپنے لہو اور ریت میں آغشتہ ہوا۔ میں ذبیح کربلا کا فرزند ہوں میں اُس کا فرزند ہوں جس پر اندھیرے میں جنات روئے اور جس پر فضاء میں طائروں نے نوحہ کیا...

اتنا سن کے حاضرین کے رونے کا شور بلند ہوا۔ اور یزید کو فتنہ برپا ہونے کا ڈر ہوا اُس نے موذن کو اذان دینے کا حکم دیا۔ موذن نے کہا:۔ اللّٰہ اکبر سید سجاد نے فرمایا:۔ اللّٰہ اکبر و اُجلّ واعلا واکرم مما اُخاف واُحذر!

موذن نے کہا اشھد اُن لا الٰہ الا اللّٰہ سید سجاد نے فرمایا:۔ نعم اُشھد مع کل شاھد اُن لا الٰہ الا اللّٰہ غیرہ ولا ربّ سواہ!

موذن نے کہا اُشھد ان محمداً رسول اللّٰہ! سید سجّاد نے موذن سے کہا:۔ تجھے محمدؐ کی قسم ذرا ٹھہر جا! اور پھر یزید سے پوچھا:۔ اے یزید یہ رسولِؐ عزیز و کریم تیرے جد ہیں یا میرے جد ہیں؟ اگر تو کہتا ہے کہ تیرے دادا ہیں تو حاضرین اور تمام لوگوں کو علم ہے کہ تو جھوٹا ہے، اور اگر تو اقرار کرتا ہے کہ وہ میرے جد ہیں تو بتلا تو نے کیوں از راہ ظلم وحملہ آوری میرے باپ کو قتل کیا ان کا مال لوٹا۔ ان کے اہل خاندان کو اسیر کیا؟

تجھ پر وائے ہو کہ روز قیامت میرے جد تیرے خلاف انصاف طلب ہوں گے! یزید نے چلا کر موذن سے کہا:۔ نماز کے لیے صفیں باندھو! لوگوں میں شور ہونے لگا بعض نماز کے لیے رُکے اور بعض منتشر ہو گئے (نفس المہموم ص ۲۴۲)

پس منظر اور پیش منظر

حیات امام زین العابدین علیہ السّلام کو بخوبی سمجھنے کے لیئے دو چیزوں کو پیش نظر رکھنا لازمی ہے یعنی :-

۱ - سیرت جناب رسالتؐ مآب اور امام زین العابدین علیہ السلام کے آباء و اجداد کا مطمح نظر اور کردار۔

۲- ولادت سے شہادت تک اور اس سے قبل اور بعد یعنی عہد بنی اُمیہ کی تاریخ جس سے زیادہ خونیں دور اور توہین مقدسات اسلامی اور پامالیٔ اقدار انسانی کے مناظر کہیں اور نہیں مل سکتے۔

مسلمانوں کے لئے توحید - نبوت - اہلبیت اور صحابہ سے متعلق عقائد و عمل و احترام کی جو اہمیت ہے - وہ کون نہیں جانتا - مگر جس ماحول سے امام زین العابدین علیہ السلام کو واسطہ پڑا اُس میں خدا اور رسول کے نام پر قائم کی جانے والی حکومت اور اُس کے عمال نے کیا کیا؟ جب تک تواریخ و احادیث پیش نظر نہ ہوں اُس کا سرسری اندازہ بھی ناممکن ہے۔

ظاہر ہے کہ اس مختصر کتاب میں ان "ایک ہزار مہینوں" کی تاریخ سما سکتی ہے نہ رسول و آل رسول کی پاک و پاکیزہ زندگی پیش کی جا سکتی ہے۔ مگر اجمال سے ہی کیوں نہ ہو ان دونوں عناصر خیر و شر کے تذکرے کے بغیر آدم آل محمدؐ حضرت امام زین العابدین کی حیات و خدمات اُن قارئین کی سمجھ میں نہیں آسکتیں جو سیرت و احادیث و تفاسیر کی ضخیم کتابوں سے جو عربی اور فارسی میں ہیں راست استفادہ نہیں کر سکتے۔ اس لیے ذیل کی سطور میں انتہائی اجمال سے اس فرض کی ادائی کی سعی کی گئی ہے۔

لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے بہتر حکم دیتے تھے سب سے زیادہ بردبار بہادر رو منصف اور مہربان تھے ۔ کبھی کسی غیر عورت کا ہاتھ آپ کے ہاتھ سے چھو نہیں گیا ۔ سب سے زیادہ سخی تھے آپ کے پاس درہم و دینار نہیں ٹکتے تھے اگر کبھی کچھ بچ رہتا تھا اور کوئی مستحق نہ ملتا تھا جسے عطا کرتے تو اس وقت تک اپنے گھر میں داخل نہیں ہوتے تھے جب تک کسی حاجت مند کو دے کر اس سے بری الذمہ نہیں ہو جاتے تھے ۔ خدا نے جو کچھ آپ کو عطا کیا تھا اس میں سے اپنے عیال کے ضروریات کے لئے صرف سال بھر کا خرچ لے لیتے تھے ۔ وہ بھی کم سے کم خرمے اور جو جس میں بسر ہو جائے اور باقی کو اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتے تھے ۔ آپ سے جب بھی سوال کیا جاتا تھا جو کچھ ہوتا اُسے عطا کر دیتے تھے پھر جو سال بھر کے مصارف کے لئے ہوتا تھا اُسے دینے لگتے تھے ۔ اور اس میں ایثار سے کام لیتے تھے حالت یہ ہو جاتی تھی کہ اگر کچھ نہ آتا تھا تو بسا اوقات سال پورا ہونے سے پہلے ضرورت مند ہو جاتے ۔ آپؐ زمین ہی پر بیٹھتے تھے زمین پر سوتے تھے زمین ہی پر بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے، آپ اپنے ہاتھ سے اپنی جوتیاں سیتے تھے، کپڑوں میں پیوند لگاتے تھے ۔ دروازہ کھولتے تھے، بھیڑوں کا دودھ دوہتے تھے، اونٹ باندھتے تھے، اس کا دودھ دوہتے تھے، جب خادم تھک جاتا تھا، تو اس کے ساتھ بیٹھ کر آٹا پیستے تھے ۔ رات کے وقت طہارت کے لئے پانی اپنے ہاتھ سے رکھتے تھے ۔ کوئی راستہ چلنے والا آپ کے آگے نہیں چل پاتا تھا ۔ کبھی تکیہ لگا کر نہیں بیٹھتے تھے ۔ مشقت کے کاموں میں اپنے گھر کے لوگوں کا کام کر دیتے تھے ۔ اپنے ہاتھ سے گوشت کاٹتے تھے ۔ کھانے بیٹھتے تو تواضع و انکسار کے ساتھ کھانے کے بعد اپنی انگلیاں چاٹتے تھے ۔ کبھی ڈکار نہیں لیتے تھے ۔ کم سے کم کھانے پر بھی آزاد و غلام کی دعوت قبول کر لیتے تھے ۔ ہدیہ قبول کرتے تھے اور اسے کھاتے تھے ۔ اگرچہ ایک گھونٹ دودھ ہی کیوں نہ ہو ۔ صدقہ نہیں کھاتے تھے کسی شخص کے چہرے پر آپ کی نظر نہیں ٹھہرتی تھی ۔

اپنے لئے کسی پر غضبناک نہیں ہوتے تھے۔ بھوک سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیتے تھے۔ جو کچھ موجود ہوتا اُسے کھا لیتے تھے، جو ملتا اُسے رد نہیں فرماتے تھے، دو کپڑے (تلے اوپر) نہیں پہنتے تھے، یمنی چادر عمامہ اونی قبا روئی اور کتان کے بڑے چھوٹے کپڑے پہنتے تھے۔ اکثر سفید کپڑے پہنتے تھے، عمامہ کے نیچے عمامہ باندھتے تھے، قمیص کو داہنے ہاتھ کی جانب سے پہنتے تھے۔ اُترا ہوا کپڑا کسی مسکین کو دیدیتے تھے۔ چاندی کی انگوٹھی داہنی چھنگلیا میں پہنتے تھے۔ آپ کے پاس عبا تھی، جہاں بھی جاتے تھے اُسے دو تہہ کر کے بیٹھنے کیلئے بچھا لیتے تھے۔ خربوزہ حضرت کو پسند تھا۔ بدبو کو ناپسند فرماتے تھے۔ وضو کے وقت مسواک کرتے تھے۔ اپنے غلام کو اپنی سواری پر ساتھ بٹھا لیتے تھے یا کسی اور کو ساتھ بٹھا لیتے تھے۔ آپ گھوڑے، گدھے، خچر میں سے جو ممکن ہوتا اس پر سوار ہوتے تھے، گدھے پر لگام لگا کر بغیر زین کے سوار ہوتے تھے، آپ پیادہ پا بھی اور برہنہ پا بھی بغیر عمامہ ردا اور ٹوپی کے بھی راستہ طے کرتے تھے، شہر مدینہ کے دور دراز محلوں میں جا کر مریضوں کی عیادت کرتے تھے، آپ فقیروں کے ساتھ اُٹھتے بیٹھتے تھے، مسکینوں کے ساتھ کھاتے پیتے تھے، کبھی فقیروں مسکینوں کو اپنے ہاتھ سے کھانا کھلاتے تھے۔ آپ صاحبان فضل کا اکرام اُن کے مرتبہ کے مطابق کرتے تھے، ان سے نیکی کرتے تھے، اہلِ شرف کی دل جوئی کرتے تھے، اپنے عزیزوں پر خاص توجہ فرماتے تھے۔ لیکن یہ نہیں ہوتا تھا کہ اُن کو غیروں پر ترجیح دیں۔ ہاں اگر خدا کا حکم ہوتا تو ایسا بھی کرتے تھے، کسی پر ظلم و جفا نہیں کرتے تھے، معذرت کرنے والے کی معذرت قبول فرما لیتے تھے، جب تک قرآن نہ نازل ہوتا تھا، یا آپ پر ظلم نہ کیا جاتا تھا آپ سب سے زیادہ مسکراتے نظر آتے تھے بسا اوقات ہنس بھی لیتے تھے، لیکن قہقہہ نہیں لگاتے تھے۔ جو غلاموں اور کنیزوں کو کھلاتے پہناتے تھے، وہی خود بھی کھاتے اور پہنتے تھے، کبھی آپ نے کسی کو گالی نہیں دی۔ کبھی کسی عورت یا خادم پر لعنت نہیں کی۔ جب لوگوں نے آپ کے سامنے کسی کی برائی شروع کی آپ فرماتے تھے اس ذکر کو چھوڑو! جب کوئی آزاد۔ غلام۔ کنیز کسی ضرورت کے لئے آتا آپ اُسے پورا کرنے کے لئے اُٹھ کھڑے ہوتے تھے، آپ سخت

دل اور بدمزاج نہیں تھے۔ اپنے ساتھ زیادہ آدمیوں کو لے کر بازار میں نہیں چلتے تھے۔ کبھی بُرائی کا بدلہ بُرائی سے نہیں دیتے تھے، بلکہ اُس سے درگذر کر دیتے تھے۔ جس سے ملاقات ہوتی تھی آپ پہلے سلام کرتے تھے۔ جب کوئی شخص کسی ضرورت سے آپ کے پاس آتا تھا، جب تک وہ خود سے نہ پلٹ جائے آپ صبر وسکون سے ٹھہرے رہتے تھے، جب کوئی آپ کا ہاتھ پکڑ لیتا تھا آپ اُسے ڈھیلا کر دیتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ خود ہاتھ چھوڑ دے۔ جب کسی مسلمان سے ملاقات ہوتی تھی آپ پہلے اس سے مصافحہ کرتے تھے، جب آپ نماز پڑھتے ہوتے اور کوئی آجاتا تو نماز کو جلد ختم کر کے اس سے دریافت فرماتے کیا تجھے کوئی ضرورت ہے، اکثر آپ کو لہے کے بل بیٹھتے تھے اور پنڈلیاں کھڑی رہتی تھیں۔ جب کسی مجمع میں پہونچتے تھے تو جہاں تک لوگوں کی نشست ہوتی تھی وہیں بیٹھ جاتے تھے، اکثر قبلہ کی طرف منہ کر کے بیٹھتے تھے، جو بھی حاضر خدمت ہوتا تھا اس کا اعزاز و اکرام کرتے تھے، بسا اوقات اپنی عبا اس کے لئے بچھا دیتے۔ جس تو شک پر آپ بیٹھے ہوتے کبھی کبھی اُس پر آنے والے کو بٹھاتے تھے، خواہ خوش و مسرور ہوں یا غضبناک زبان سے حق ہی بات کہتے تھے۔" (خلاصہ احادیث سیرت)

حضرتؐ کا یہ عنوان زندگی اور مکارم اخلاق آپ کی تعلیمات کا خلاصہ ہیں آپ نے اُمت کو جس امر کا حکم دیا ہے خود بھی اُس پر سختی سے زندگی بھر قائم رہے۔

آپ اپنے عہد میں نبی مرسل بھی تھے حاکم علی الاطلاق بھی تھے، معجز نما بھی تھے، خاکسار و متواضع بھی تھے، بارگاہ نبوی میں حاضر ہونے والا یہ محسوس نہ کرتا تھا کہ وہ اس کی خدمت میں ہے جس کی حکومت حجر و مدر زمین و آسمان کی ہر شئے پر ہے۔

سرکش و جبار و مبغض و معاند بارگاہ نبوی سے محب و فدائی ہو کر واپس جاتا تھا۔

میثاق آل محمدؐ

رسولؐ اعظم کی بیٹی نے وفات رسولؐ کے بعد مسجد النبی مدینہ منورہ میں جو تاریخی

خطبہ پردے کی آڑ سے ارشاد فرمایا تھا۔ اُس کے اقتباسات محمدؐ وآل محمدؐ کے نظریات اور کردار پر ایسی روشنی ڈالتے ہیں جس کے بعد کچھ اور کہنے کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔

حضرت فاطمہ زہراؑ نے فرمایا:-

حمد و لغت کے بعد۔۔۔۔ خدا نے ایمان کو واجب کیا سرکشی سے بچنے کے لئے زکوٰۃ کو واجب کیا تمہاری روزی کشادہ کرنے کے لئے۔ حج کو واجب کیا خدا سے ڈرنے راہِ دین پر لگانے کے لئے پھر نظام اُمت قائم کرنے لئے ہم اہلبیت کی اطاعت و فرمانبرداری کو واجب کیا۔ تم کو صبر کا حکم دیا۔ تاکہ اجابت دعا میں تمہیں مدد ملے۔ تم کو خیر و برکت کا حکم دیا تاکہ خدا کے غضب سے ڈرو! کنبہ پروری اور صلۂ رحم کا حکم دیا کہ تمہاری قوم و قبیلہ کی ترقی کا باعث ہو۔ ایفائے نذر اس لئے واجب کی کہ تمہاری بخشش کے قدم حمت کے راستوں پر آگے بڑھیں۔ پوری ناپ تول کا اس لئے حکم دیا کہ کھوٹ اور گراں فروشی دنیا کے کاروبار سے مٹ جائے۔ ناموس اور پردہ داری کا حکم اس لئے دیا کہ وہ تہمت اور بدکاری سے محفوظ رہیں۔ چوری کا امتناع ایمانداری قائم کرنے کے لئے کیا گیا۔ مال یتیم اس لئے حرام کیا گیا کہ وہ ستم رسیدہ ظلم سے محفوظ رہیں۔ رعایا سے محبت بڑھانے کے لئے عدل و انصاف کا حکم دیا گیا۔ توحید الٰہی سے عقیدت بڑھانے کے لئے شرک سے بچنے کی تاکید کی گئی۔

تو اے مسلمانو! خدا سے ڈرو، اس کے احکام کے پابند رہو میں محمد مصطفیٰؐ کی بیٹی پھر از سرِ نو تمھیں سمجھاتی ہوں کہ میں کوئی فضول اور بیکار بات نہیں کرتی ہوں۔ تم ہی میں سے تمہارے پاس ایک پیغمبر جس کو تمہاری ہدایت مطلوب تھی مبعوث فرمایا گیا۔ وہ ایمانداروں پر از حد مہربان اور رحیم تھا۔ تم عرب اپنے کفر و شرک کی وجہ سے جہنم کے کنارے پر تھے۔ اقصائے عالم میں ذلیل و خوار تھے۔ ہر شخص تم پر حکومت کرنے کا حریص تھا، تم وہی تو ہو جو بدبودار پانی جس میں اونٹ کی نجاست مخلوط ہوتی تھی پیا کرتے تھے، اور نہایت ذلت اور حقارت سے اپنی زندگی بسر کیا کرتے تھے! اور ہمیشہ ڈرا کرتے تھے، کہ بیرونی دشمن تم پر حملہ آور

نہ ہو جائے اور تمہارا مال و اسباب نہ لے جائے۔ پس خدائے سبحانہ و تعالیٰ نے تم سب کو میرے پدر بزرگوار کی برکت سے ان تمام مہلکوں سے نجات دی اس کے بعد بڑے بڑے شجاعانِ عرب اور خونخوار یہود و نصاریٰ تم پر چڑھ دوڑے اور آتش فتنہ و فساد چاروں طرف بھڑکانے لگے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ہر بار اس آگ کو اپنے لطف کے پانی سے ٹھنڈا کر دیا۔ پھر جب ان شیاطین نے اپنے فتنے کی کوئی شاخ نکالی یا مشرکین نے کوئی تازہ فساد پیدا کیا تو رسولؐ نے اپنے بھائی علیؑ کو اس تہلکہ اور مہلکہ میں ڈال دیا اور علیؑ نے بھی تاوقتیکہ ان کے سرہائے ہمت و جرأت کو پامال نہ کر لیا لڑائی سے منہ نہ موڑا، اور ان کے اس فتنہ و فساد کو اپنی تلوار کے پانی سے بجھا نہ لیا اپنی جان کو ایذا و تعب میں ڈالے رہے۔ اور اعلائے کلمۂ دین کا انتظام فرماتے رہے اور ہمیشہ رسول کے نزدیک حاضر رہتے اور کسی معرکے میں ان سے جُدا نہ ہوتے۔ اور تم لوگ اُن کی راحت رسانیوں کی وجہ سے عیش اور امن میں تھے۔۔۔۔

(اقتباس از کتاب سقیفہ عمر ابن شیبہ ترجمہ پروفیسر سید اکبر علی صاحب ایم اے ایل ٹی مرحوم)

یہ وہ "میثاق آل محمدؐ" ہے جو افصح العرب والعجم کی بیٹی کی زبان سے نشر ہوا اور آل محمدؐ کے ہر فرد نے اپنے عمل سے اُس پر مُہر تصدیق ثبت کی اور دشمنوں کو بھی اسکی خلاف ورزی کی تہمت بھی لگانے کی جرأت نہ ہو سکی۔

نائب رسولؐ

حضرت علیؑ ابن ابیطالب کے متعلق رسول اعظم کا فقط ایک قول دل کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہے۔

علی باب علمی و مبین لامتی ما ارسلت بہ من بعدی یعنی :- علی میرے علم کا دروازہ ہیں جو میری رسالت کا مقصد ہے میری اُمت کو میرے بعد وہی اس کے بتلانے والے ہیں۔ (کنزل العمال ج ۶ ص ۱۰۶ اور القول الجلی فی فضائل علی تالیف علامہ سیوطی حدیث ۳۸)

سردار جوانانِ جنّت

حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین علیہما السلام کے فضائل سے حدیثوں کی کتابیں بھری ہوئی ہیں اور رسولؐ اعظم کا یہ قول کہ "حسن اور حسین جوانانِ جنت کے سردار ہیں۔" یہ بتلاتا ہے کہ اسلام کا پیام لانے والے نے اُن کی زندگی کو مثالی اور کامیاب نمونہ قرار دیا ہے۔ کسی عقیدت کے متوالے نے کیا خوب کہا ہے ؎

نواسے جب نظر آئے پیمبر نے یہ فرمایا
جہاز اُمّتِ عاصی کے لنگر ایسے ہوتے ہیں

مساواتِ اسلامی

"امیر المومنین غلاموں کی طرح بیٹھتے تھے اور غلاموں کی طرح کھانا کھاتے تھے، دوسروں کو گیہوں کی روٹیاں اور گوشت کھلاتے تھے اور خود گھر آ کر جو کی روٹیاں روغن زیتون یا سرکہ کے ساتھ کھاتے۔ موٹے کپڑے کی قمیص بازار سے خریدتے اور جو اچھی ہوتی وہ اپنے غلام قنبر کو دیتے، اور خراب خود پہنتے۔" (ینابیع المودّۃ شیخ سلیمان نقشبندی)

"قاضی شریح نے غلام کی گواہی قبول کرنے سے انکار کیا تو حضرت علی نے اُن کو تنبیہ کی اور کہا کہ اگر غلام عادل ہو تو اُس کی گواہی میں کوئی حرج نہیں ہے۔" (رجال مامقانی ج ۲ ص ۱۹)

"جب حضرت امیر جنگ صفین کے لئے روانہ ہوئے تو اپنی فوج کا علم جناب قنبر کو دیا۔" (تاریخ طبری ج ۵ ص ۲۲۶)

دوسری تصویر

مسجد نبوی میں تیسرے خلیفہ کے انتخاب پر گفتگو ہورہی تھی، جب اس سلسلہ میں میں سابق الاسلام حضرت عمار یاسر نے (جن کے والدین اولین شہدائے اسلام میں سے تھے) کچھ اظہار خیال کیا تو ایک آواز آئی۔

"اے کالی ماں کے بچے۔ تجھے قریش کی سرداری کے مسائل میں دخل دینے کا کیا حق ہے۔" (نظام الحکم فی الاسلام)

"حضرت عمر ابن الخطاب نے کہا کہ اس آیت "وہ لوگ جنھوں نے نعمت خدا کو انکار سے بدل دیا اور اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر میں اتارا وہ جہنم کی آگ تاپیں گے اور وہ ٹھہرنے کی بدترین جگہ ہے۔" سے مراد قریش کے سب سے زیادہ فخر کرنے والے دو قبیلے بنومغیرہ اور بنوامیہ ہیں۔" (کتاب العمدہ لابن البطریق نقل از تفسیر ثعلبی)

"حضرت ابوذر نے آنحضرت سے سنا کہ جب بنوامیہ کی تعداد چالیس ہو جائے گی تو وہ بندگان خدا کو غلام و کنیز بنائیں گے۔ مال کو اپنی آمدنی سمجھیں گے اور کتاب خدا کو مکروفریب جانیں گے۔" (مستدرک حاکم)

"ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا ہر دین کے لئے آفت ہے اور اس دین کی آفت بنوامیہ ہیں۔" (تطہیر اللسان علامہ ابن حجر ہیتمی)

خسر الدنیا والآخرۃ

"خدا کی قسم بنوامیہ خدا کے ہر حرام کو حلال کردیں گے ہر گرہ کو کھول دیں گے۔ یہاں تک کہ گھروں اور خیموں میں ان کا ظلم اور دخل ہو جائے گا۔ ان کی بری حکومت عوام کے لئے مضرت رساں ہو گی۔ دو قسم کے رونے والے اٹھیں گے، ایک اپنے دین کے لئے روئے گا دوسرا اپنی دنیا کے لئے۔" (خطبۂ علی نہج البلاغت ج ۱ ص ۲۰۷)

اہلِ مدینہ کی کفالت

علامہ زمخشری نے ربیع الابرار میں لکھا ہے کہ "جب یزید بن معاویہ نے اہل مدینہ کے قتل وغارت کے لئے مسلم بن عقبہ کو بھیجا تو حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے چار سو کثیر الاولاد خواتین اور ان کے متعلقین کی کفالت فرمائی اور ان کے کھانے پینے کا انتظام کیا۔ جب یزیدی لشکر مدینے سے چلا تو ایک عورت نے کہا "خدا کی قسم یہ آرام وراحت تو مجھے اپنے والدین کے گھر میں بھی نہ ملا تھا جو اس فرزندِ رسولؐ نے بہم پہنچایا۔ (ربیع الابرار)

ہشام مخزومی سے سلوک

مولانا مظہر الدین نے روزنامہ کوہستان لاہور مورخہ یکم اپریل ۱۹۶۲ء میں "امام زین العابدین کا کردار" کے عنوان سے اپنے مقالہ میں لکھا ہے کہ:-

"عبدالملک کی موت کے بعد جب اس کے بیٹے ولید نے زمام کار اپنے ہاتھ میں لی تو حالات نے ایک نیا پلٹا کھایا۔ ولید کے دل میں اہل مدینہ کی ہمدردی کے جذبات بیدار ہو گئے۔ اور اس نے اپنے باپ کے چہیتے ہشام مخزومی کو معزول کر کے اس کی جگہ قریش کے ایک نوجوان عمر بن عبدالعزیز کو مدینے کا حاکم مقرر کر دیا۔

ہشام مخزومی کی بداعمالیوں کی سزا دینے کے لئے اسے مدینے کے ایک چوراہے میں لا کر کھڑا کر دیا گیا اور عام منادی کے ذریعے یہ اعلان کر دیا گیا کہ ہر شخص ہشام سے اپنا انتقام لے سکتا ہے۔۔۔ اہل مدینہ ہشام کو اس کی زیادتیوں کی سزا دے رہے تھے اور وہ تصویرِ عبرت بنا قدرت کی نیرنگیوں کا تماشہ دیکھ رہا تھا، اہل مدینہ سے پٹنے اور سزا پانے کے

باوجود اس کے دماغ پر ایک خوف محیط تھا۔ اسے اندیشہ تھا کہ جب خاندان نبوّت اپنے عقیدت مندوں اور غلاموں کے ساتھ آیا تو اس کی بوٹیاں نوچ لی جائیں گی۔ کیونکہ اس نے اپنے عہد استبداد میں سب سے زیادہ جس خاندان کو ستایا تھا اور رُلایا تھا، وہ یہی خاندانِ نبوّت تھا۔

لیکن جب ہشام کے قریب حضرت امام زین العابدین اپنے خاندان کے افراد اور عقیدت مندوں کے ساتھ آئے تو ان کا طرزِ عمل اہل مدینہ کے طرزِ عمل سے بالکل مختلف تھا، انھوں نے وحشت و بربریت کے اس مجسمے جسے ہشام مخزومی کے نام سے تعبیر کیا جاتا تھا، کو سلام کیا اور اپنا دست شفقت اس کے کندھے پر رکھتے ہوئے سوال کیا:۔

"ہشام اس مصیبت میں میں تمہاری کیا مدد کر سکتا ہوں؟"

یہ اُس رحیم و کریم ذات کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ تھے جس نے رحم و کرم کی آغوش میں تربیت پائی تھی جسے وراثت میں خلقِ عظیم کی دولت ملی تھی۔

اپنی توقع کے خلاف امام زین العابدین کی زبان سے نکلے ہوئے محبّت کے یہ الفاظ سن کے ہشام کے دل کی دُنیا بدل گئی۔ اس کے احساسات کا تار تار ہل گیا اور وہ خود جذبات میں روتا ہوا بولا:۔

"امامت کا منصب ایسے ہی کریم النفس لوگوں کو زیب دیتا ہے۔"

عہد فسق و فجور و طغیان

امام زین العابدین علیہ السلام کی امامت کا آغاز شہادت امام حسین علیہ السلام کے بعد عصر عاشور سے ہوا۔ یہ دور کیسا تھا۔ جس کے آغاز میں یزید عالمِ اسلام پر مسلط تھا اس کو کون نہیں جانتا۔ مورخ اعظم علامۂ ابوالحسن علی بن حسین مسعودی مروج الذہب (ج ۲

ص ۶۸) میں لکھتے ہیں:۔

"یزید ابن معاویہ کے اہل دربار و اہل کار بر اُسی کی طرح کے فسق و فجور کا غلبہ ہو گیا تھا۔ جس کا وہ خود مرتکب ہوتا تھا۔ حتیٰ کہ اس دور میں مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں گانے کا عام رواج ہو گیا تھا اور آلات لہو ولعب و نغمہ سرائی کا علانیہ استعمال ہونے لگا تھا۔ اور لوگ کھلم کھلا شراب پینے لگے تھے۔"

واقعۂ کربلا کے علاوہ حرمین کی بے حرمتی کی تاریخ ہر مسلمان کا شرم سے سر جھکانے کے لئے کافی ہے۔ مُلا مبین فرنگی محلی "وسیلۃ النجاۃ" میں لکھتے ہیں (فارسی عبارت کا ترجمہ)

یزید پلید و بدبخت نے دین اسلام اور بنیاد خانۂ ختم المرسلین کو ڈھا دیا اور قصر امن و امان کو منہدم کر دیا ایک بزرگ نے لکھا ہے کہ یزید نے جو کام کیا کسی کافر نے بھی نہ کیا ہوگا۔ خانۂ کعبہ کو خراب کیا اور وہاں بدعتیں کیں اور مدینۂ منورہ کو دار الحرب بنا دیا، مسجد نبوی میں گھوڑے باندھے گئے اور جو صحابہ وہاں تھے ان سب کو بے عزت کیا اور ان کی عورتوں کی بے حرمتی کی گئی اور ان کو مباح قرار دیا گیا۔.."

اس عہد کی تصویر کشی یزید ابن معاویہ کے بیٹے معاویہ بن یزید نے کس طرح کی ہے۔ یہ روداد علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں۔ (صواعق محرقہ ص ۱۳۴) اہل شام سے خطاب کرتے ہوئے معاویہ بن یزید نے کہا:۔

"یہ خلافت خدا کی رسی ہے میرے دادا معاویہ نے اس سلسلہ میں اُس کے سب سے زیادہ اہل اور حقدار یعنی علیؑ سے نزاع کی اور تم سب کو لے کر اس کشتی پر سوار ہوئے جس کا حال تم بخوبی جانتے ہو تا اینکہ ان کو موت آگئی اور وہ اپنے گناہوں میں گرفتار قبر میں چلے گئے۔ پھر میرے باپ نے اس امر کا قلادہ پہنا حالانکہ وہ اس کا اہل نہ تھا، اور اس نے نواسۂ رسولؐ

سے جنگ کی نتیجہ یہ ہوا کہ یزید کی عمر کوتاہ ہوئی اور وہ پسماندگان تباہی سے دوچار ہوئے۔ تاآینکہ وہ قبر میں اپنے گناہوں کا اسیر ہوا۔۔۔۔۔ پھر روتے ہوئے کہا۔ سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ ہم کو اس کی قسمت کی خرابی کا علم ہے۔ اس لئے کہ اس نے عترتِ رسولؐ کو قتل کیا شراب کو جائز کیا۔ کعبہ کو ویران کیا۔ اور خلافت کی شیرینی بھی نہیں چکھی تو میں بھلا اس کی تلخی کیوں گوارا کروں اب تم جانو اور تمہارا کام اگر دنیا میں اچھائی ہے، تو ہم اس کا مزا بھی چکھ چکے اور اگر خرابی ہے تو آل ابوسفیان کو جو کچھ مل چکا ہے وہ بہت کافی ہے۔۔۔۔۔

معاویہ بن یزید کی دست برداری کے بعد تختِ حکومت پر مروان بن الحکم نے قدم رکھا۔ شام اور حجاز و عراق میں فتنوں اور قبائلی عصبیت کی آگ بھڑک رہی تھی۔ مروان بہت تھوڑے عرصے زندہ رہا اور ۶۵ھ میں اس کو اس کی بیوی نے جو خالد بن یزید کی ماں تھی مار ڈالا۔ صاحبِ استیعاب اور الاصابہ لکھتے ہیں: "مروان اُن معدودے چند لوگوں میں سے ہے جو عورت کے ہاتھوں سے مارے گئے۔"

مروان کے بعد اس کا بیٹا عبدالملک تخت نشین ہوا، سارا عالمِ اسلام نزاج کا شکار تھا۔ اُدھر مکہ میں عبداللہ بن زبیر کی بغاوت زور پکڑ چکی تھی۔ عراق میں مختار بن ابی عبیدہ قاتلانِ امام حسینؑ سے انتقام لے رہے تھے اور شام میں عبدالملک کا تخت زلزلہ میں تھا۔ اُس نے ظلم و ستم کا وہ سلسلہ شروع کیا کہ خون کی ندیاں بہہ گئیں اور بچہ بچہ کانپ اُٹھا۔

مروان کے بعد

عبدالملک بن مروان	۳	سال بر سرِ تخت رہا۔
ولید بن عبدالملک	۹	" ۸ ماہ بر سرِ تخت رہا۔
سلیمان بن عبدالملک	۳	" ۳ " " رہا
عمر بن عبدالعزیز	۲	" ۵ " بر سرِ تخت رہے (ان کا طرزِ حکومت

بنی امیہ سے الگ تھا اس لئے ان کو خاندان والوں ہی نے ختم کردیا)

یزید بن عبدالملک کی حکومت	۴ سال ۱ ماہ رہی
ہشام بن عبدالملک کی حکومت	۲۰ سال تک رہی
ولید بن یزید	۱ " برسر تخت رہا۔
یزید بن ولید	صرف ۶ ماہ " "

مروان الحمار فقط چند یوم، اور ۱۳۲ھ میں حکومت بنی اُمیہ ختم ہوگئی۔

اسی عہد میں مسلم محدثین نے احادیث جمع کیں۔ اور عداوت کی خوں بار فضا کے باوجود ان احادیث میں فضائل آل محمد کی احادیث رہ جانے پر مولانا شبلی نعمانی نے سخت حیرت کا اظہار کیا ہے۔ (مقدمۂ سیرت النبی) مگر یہ بھول گئے کہ اس سے زیادہ حیرت کی بات تو یہ ہے کہ خود آل محمدؐ اور اُن کے چاہنے والے کیسے باقی رہ گئے جبکہ بنی اُمیہ اور اُن کے حکام نے ان کو صفحۂ وجود سے مٹانے کی کوئی کوشش اٹھا نہ رکھی۔ جتنی تاریکی ہوتی ہے اُتنی ہی روشنی اُبھرتی ہے۔ مخالفت احکام الٰہی کے اسی اندھیرے میں حضرت علی بن الحسین کی عبادت واصلاح نفوس کی روشنی پھیلی اور دنیا نے ان کو زین العابدین اور سید الساجدین تسلیم کیا۔ اسی غلامی کے دور میں سید سجاد کی تحریک آزادی رنگ لائی اور آپ کو محرر العبید یعنی غلاموں کی آزادی تحریک کا قائد اعلیٰ تسلیم کیا گیا اور اسی دورِ جہالت میں آپ کے فرزند کی تحریک احیائے علوم کی وجہ سے محمدؐ بن علیؑ ابن الحسینؑ کو باقر العلوم یعنی علوم کو شگافتہ کرنے والا اور نئی زندگی عطا کرنے والا تسلیم کیا گیا اور اسی دورِ ضلالت وکذب میں آپ کے پوتے جعفرؑ ابن محمدؐ کے آفتاب صداقت کی چمک دیکھ کے دُنیا نے ان کو الامام الصادق کے لقب سے یاد کیا۔ اور علم ودانش کا وہ سمندر اُبلا جس کی موجیں مغرب ومشرق تک اس طرح پھیلیں کہ ہر مکتب فقہ وعلوم اسلامی اپنے استناد واعتبار کے لئے اپنا سلسلہ آپ تک ملانے کی سعی کرتا نظر آتا ہے۔

تاریخِ انسانیت کا سب سے تاریک دور!!

اسلام تاریخ مدوّن کے عہد کا مذہب ہے۔
اسلام امن و سلامتی کا مذہب ہے، عدل و احسان و مساوات کا مذہب ہے!
پیغمبر اسلام نے اپنی بعثت کا مقصد مکارم اخلاق کی تکمیل بتلایا ہے!
پیغمبر اسلام کا مشہور ترین لقب 'رحمۃ للعالمین' ہے۔
پیغمبر اسلام نے جو کچھ فرمایا اس پر عمل کر کے بھی دکھایا!
مگر آپ کی آنکھ بند ہونے کے بعد کتنی جلد حالات نے پلٹا کھایا۔ اور معلوم ہوتا ہے۔
کہ بنو اُمیہ اور آلِ مروان نے یہ طے کر لیا تھا کہ رسولؐ اسلام کی ہر تعلیم کی مخالفت کریں گے۔
امام زین العابدین علیہ السلام نے اپنی حیات میں کیا کیا دیکھا؟ تاریخ اس کا جواب دیتی ہے۔

توحید کی بے حرمتی —— قرآن سے حکمرانوں کی مخالفت اور خانۂ خدا پر سنگباری۔

رسالت کی بے حرمتی —— مدینۃ الرسول کی تاراجی اور مسجد نبوی کی توہین اور جھوٹی حدیث سازی کی ناپاک مساعی۔

اہلبیت کی بے حرمتی —— آلِ رسولؐ کا قتل، اسیری اور اُن کو ختم کرنے کی مہم

صحابہ کی بے حرمتی —— صحابۂ انصار و مہاجرین کا قتل اور ان کی خواتین سے درندگی کا سلوک۔

احکامِ اسلام کی بے حرمتی ـــــ شراب خواری اور بدکاری اور علی الاعلان مخالفتِ خدا و رسولؐ اور ایسا ظالمانہ نظام جس میں انصاف کا مطالبہ کرنے والے ہمیشہ کے لئے خاموش کر دیئے جاتے تھے۔

اِنسانیت کی بے حرمتی ـــــ درندگی قساوت قلب خوں ریزی اور توہین آدمیت کی انتہا۔

اور پھر یہ سب کچھ کافروں نے نہیں کیا۔ اُن مسلمانوں نے کیا جو اپنے آپ کو جانشین رسولؐ کہتے تھے۔ نماز روزہ و فرائض دین کے متولی بن گئے تھے۔ اور اسلام کے نام پر فوج کشی کر کے فتوحات پر نازاں تھے۔ مگر تاریخ کا مشاہدہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ کفار سے زیادہ مسلمانوں کو اُنھوں نے قتل کیا۔ اور مقدسات کی توہین کی۔

اس سے زیادہ حیرت کی بات یہ ہے کہ جن مخلصین اسلام یعنی اہلبیت وصحابہ و تابعین نے اس ظلم و ناانصافی کے خلاف احتجاج کیا۔ اُس کی تصدیق نہ کی اور اس صورت حال کو بدلنے کی کوشش کی تو حکومتِ جور نے ان حضرات کا نام ونشان مٹانے کے لئے ہر تشدد مکر و حیلہ اور تدبیر سے کام لیا مگر اکثر اوقات عام مسلمان اتنے بے حس خوفزدہ ہراساں اور بے تعلق ہو گئے کہ ظالم حکمرانوں کی جرائتیں بڑھتی گئیں، اور "خلافت رسولؐ" ظالم شہنشاہیت کا روپ اختیار کر کے مسلم عوام کے لئے تسمہ پا ہو گئی۔ بقول علامہ اقبالؒ ؎

چوں خلافت رشتہ از قرآں گسیخت
حریت را زہر اندر کام ریخت

بنی اُمیّہ کی حکومت

مصر کی تحریک اخوان المسلمین کے مشہور آفاق دانشور سید قطب نے ۱۹۴۹ء میں ایک کتاب العدالۃ اجتماعیۃ فی الاسلام لکھی ہے۔ یعنی "اسلام میں اجتماعی عدالت" اس کتاب کا ترجمہ اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ لاہور سے ۱۹۶۹ء میں شائع ہوا۔ اس کے

مترجم ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی اپنے مقدمے میں لکھتے ہیں :-

حذف و ترمیم

"اس کتاب کی تصنیف کا زمانہ ۴۸ء ہے پہلا ایڈیشن ۱۹۴۹ء میں شائع ہوا ہے اور اس کے بعد سے چار ایڈیشن نکل چکے ہیں - پانچواں ایڈیشن ۱۹۵۸ء میں شائع ہوا ہے، بہت سی اہم ترمیمات اور اضافے مصنف نے دوسرے ہی ایڈیشن میں کر دیئے تھے - لیکن نظر ثانی کا عمل اس کے بعد بھی جاری رہا - اور پانچویں ایڈیشن میں پھر بہت سے اہم حذف و اضافے پائے جاتے ہیں - ...... اس حذف و ترمیم کا اثر زیادہ تر کتاب کے ان صفحات پر پڑا ہے جن کا تعلق امیر معاویہ اور بنو امیہ اور حضرت عثمان کے دورِ خلافت سے ہے ہم بڑی مسرت کے ساتھ یہ اطلاع دینا چاہتے ہیں کہ مترجم کی درخواست پر مصنف نے آخری مطبوعہ ایڈیشن کے بعض مقامات پر پھر نظر ثانی کی ہے اور مزید ترمیمات کی ہیں - یہ ترمیمات تمام تر امیر معاویہ اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے متعلق ہیں -" (صفحہ ۴۸ - ۴۹)

سید قطب کے متعلق ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی نے لکھا ہے کہ

"آپ مصر کے ایک بڑے ادیب الاخوان المسلمون کے چوٹی کے مفکر اور عالمِ اسلامی کے ان چند مصنفین میں سے ہیں، جن کی تصانیف تمام عالمِ اسلامی میں قبول عام حاصل کر چکی ہیں -" (صفحہ ۱۴)

بار بار کی حذف و ترمیم کے بعد بھی اس کتاب میں سید قطب نے بنی اُمیہ اور خصوصاً معاویہ و یزید کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اُس کے چند اقتباسات کا مطالعہ واضح

کرتا ہے کہ اگر کوئی ذرا سی بھی حقیقت پسندی سے تاریخ کا مطالعہ کرے تو کیا صورت حال نظر آتی ہے۔

جاہلیت کا اثر

"اس کے بعد بنو اُمیہ کا دور آیا اور انھوں نے اسلامی خلافت کو بنو امیہ کے اندر محصور رہنے والے مستبدانہ بادشاہت میں تبدیل کر دیا۔ یہ اسلامی تعلیمات کا نتیجہ نہیں تھا بلکہ "جاہلیت" کا اثر تھا جس نے روح اسلامی کو معطل کر دیا۔" (ص ۴۳۵ - ۴۳۶)

عملی روایت کا خاتمہ

"خلیفہ ثالث کے بڑھاپے کے زمانے میں اس ابھرتے ہوئے دین کے اموی گروہ کے ہاتھ میں چلے جانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی عملی روایات کو اس کی نظری تعلیمات کی بنیاد پر قائم رہنے کا مزید موقع اور طویل تر عرصہ میسر نہ آسکا آپ کے طویل عرصۂ خلافت کے نتیجہ میں اُموی گروہ کی طاقت بہت بڑھ گئی اور انھیں شام اور دوسرے ممالک میں قدم جما لینے کا موقع مل گیا۔" (۴۵۲)

مال و مناصب کی بارش

"مال کے علاوہ منصب ولایت کا حال یہ تھا کہ عثمان کے اعزہ پر اس کی بارش ہو رہی تھی۔ انھی لوگوں میں معاویہ بھی شامل ہیں جن کی سلطنت میں اضافہ کر کے حضرت عثمان نے فلسطین اور حمص کو بھی شامل کر دیا ان کو چاروں فوجوں کا کمانڈر بنا دیا۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس بات کے لئے راہ ہموار کر دی کہ مال اور فوجیں جمع کر چکنے کے بعد حضرت علیؑ کی خلافت میں سلطنت

کے دعویدار بن کے کھڑے ہو سکیں ......" (ص ۴۴۷ - ۴۴۸)

دشمنانِ رسولؐ کی اقتدار

"حضرت عثمان اپنے پروردگار کی آغوشِ رحمت میں جا بسے وہ گئے تو اموی سلطنت قائم ہو چکی تھی اور اس کے اسباب خود انھوں نے فراہم کیے تھے۔ ..... وہ جذبات بھی کم اہم نہیں جو رعیت کے دلوں میں کبھی بجا طور پر اور کبھی بیجا طور پر ان باتوں کے ردِ عمل میں پیدا ہوئے کہ خلیفہ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ ترجیحی سلوک روا رکھتا ہے۔ انھیں لاکھوں کی رقمیں انعام میں دیتا ہے رسولؐ اللہ کے دشمنوں کو والی مقرر کرنے کے لیے آپ کے صحابیوں کو معزول کر دیتا ہے۔ اور ابوذر جیسے لوگوں پر صرف اس لیے سختی کرتا ہے کہ وہ مال کو جمع کر کے خزانوں میں رکھنے کی اور اس عیش پرستی کی مخالفت کرتے تھے، جس میں اہل ثروت ڈوبے ہوئے تھے۔ ابوذر نے اُس انفاق حسن سلوک در پاک بازی کی دعوت بلند کی جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت دی تھی۔" (ص ۴۵۲ - ۴۵۳)

جابر بادشاہت

"اگر خود اس دین کے مزاج میں ایک قوت پوشیدہ نہ ہوتی اور اس کی روحانی طاقت میں فیض رسانی کی بے پناہ صلاحیت نہ ہوتی تو اُمیہ کا دور اس کو اس کی اصل راہ سے ہٹا دینے کے لئے کافی تھا۔ مگر اس کی روح مقابلہ کرتی رہی اور قوت پکڑتی رہی اور آج بھی اس میں کشمکش اور فتحیابی کی مخفی قوت باقی ہے۔" (۴۵۹)

"بنی امیہ کے زمانے سے مسلمانوں کے بیت المال کے حدود بہت وسیع ہو گئے اور وہ بادشاہوں ان کے خوشامدیوں اور حاشیہ نشینوں کے لیے مالِ غنیمت بن کر رہ گیا۔ اسلامی عدل کی بنیادیں منہدم ہو گئیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ غرض یہ کہ خلافت بادشاہت اور وہ بھی جابر بادشاہت میں بدل گئی جیسا کہ اس کی بابت صفائے روحانی کے ایک لمحے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔" (ص ۴۵۹)

علیؑ کا مطمحِ نظر

"جب حضرت علیؑ مسندِ خلافت پر آئے تو اصلاح حال کوئی آسان کام نہ رہ گیا تھا۔ عثمان کے عہد میں جن لوگوں نے نفع اندوزیاں کی تھیں خاص کر بنی امیہ نے اچھی طرح یہ جان لیا تھا کہ علی ان کے معاملے میں چپکے نہ بیٹھیں گے۔ اپنے مصالح کے تحت وہ قدرتی طور پر معاویہ کی طرف مائل ہو گئے۔"

"جن لوگوں کو معاویہ کے اندر ایسی ڈپلومیسی ہوشیاری اور مہارت نظر آتی ہے جو علی کے اندر نہیں پائی جاتی اور جو اس بات کو معاویہ کے بالآخر فتحیاب ہونے کی اصل وجہ قرار دیتے ہیں وہ حالات کا مطالعہ کرنے میں غلطی کرتے ہیں، اور حضرت علیؑ کی حقیقی قدر اور اُن کے اصل فرض کا صحیح اندازہ نہیں کر پاتے۔ حضرت علیؑ کا پہلا اور آخری فریضہ یہ تھا کہ اسلامی روایات کو حقیقی قوت واپس دلائیں اور دین میں اس کی اصل روح دوبارہ پھونکیں۔ اُس میل کچیل سے اس روح کو پاک کریں جو عثمان کے بڑھاپے اور کمزوری کے زمانے میں اُمیہ کے ہاتھوں میں آ گیا تھا۔

اس معرکہ میں اگر وہ معاویہ کے طور طریقے اختیار کرتے تو ان کا مشن ہی ناکام رہتا۔ اور اس دین میں فی نفسہٖ اس بات کو کوئی قیمت حاصل نہ ہوتی کہ

انھوں نے خلافت کی جنگ اپنے لئے جیت لی علیؑ یا تو علیؑ باقی رہیں یا خلافت ان کے پاس سے چلی جائے بلکہ اس کے ساتھ ان کی جان بھی چلی جائے تو کیا پروا۔" (۴۵۳) و (۴۵۸)

یزید کی بیعت

"شام میں یزید کے لئے بیعت لینے کے بعد معاویہ نے سعید ابن العاص کو یہ ذمہ داری سپرد کی تھی کہ وہ کسی ترکیب سے اہل حجاز کو اس کا قائل کردیں مگر وہ اس کوشش میں ناکام رہے۔" (ص ۳۶)

اس کے بعد سید قطب نے تفصیل سے لکھا ہے کہ کس طرح معاویہ خود "مال و دولت اور لاؤ لشکر سمیت" مکہ گئے اور کبھی دھمکیاں دیں اور کبھی عمائدین کے سر پر دو دو سپاہی کھڑے کرکے کہا کہ اگر وہ منہ سے کچھ کہیں تو ان کو قتل کردیا جائے اور پھر سب کے سامنے جھوٹ بولا کہ ان لوگوں نے یزید کی بیعت کرلی ہے تم سب بھی اب

"اللہ کا نام لے کر بیعت کرو۔"

چنانچہ عوام نے بیعت کرلی۔

عذاب الٰہی کا خوف

"یزید کی حکومت اس بنیاد پر قائم ہوئی تھی جسے اسلام کبھی بھی تسلیم نہیں کرسکتا، اور خود یزید کون ہے؟ یہ وہی شخص ہے جس کے بارے میں عبداللہ بن حنظلہ کہتے ہیں: خدا کی قسم ہم یزید کے خلاف اس وقت کھڑے ہوئے جب ہمیں یہ اندیشہ ہو چلا کہ ایسا نہ ہو کہ ہم پر آسمان سے پتھر برسائے جائیں۔ یہ شخص ماؤں بہنوں بیٹیوں سے نکاح کرتا ہے شراب پیتا ہے اور نمازیں ترک کرتا ہے ...." (ص ۴۳۸)

دورِ یزید بن معاویہ

یزید تین۳ سال سات ماہ بائیس۲۲ دن برسرِ حکومت رہا۔ اُس نے :۔
پہلے سال کربلا میں آل رسول تا اینکہ چھوٹے بچّوں تک کو شہید کرایا اور نبیؐ زادیوں کو قیدی بنایا۔
دوسرے سال مدینۃ الرسول کو تاراج کرایا صحابہ کو قتل کرایا اور ان کے خاندانوں کی بے حرمتی کی حد کر دی۔
تیسرے سال خانۂ کعبہ کی بے حرمتی کی۔ محاصرہ جاری تھا کہ وہ اس دنیا سے اُٹھ گیا۔
امام حسنؑ اور حسینؑ ابن علی کی عظمت سے کون آگاہ نہیں۔
صحیح بخاری میں حدیث رسول ہے کہ "حسنؑ اور حسینؑ دنیا میں میرے دو پھول ہیں"۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ "حسینؑ مجھ سے ہیں اور میں حسینؑ سے ہوں خدا اُسے دوست رکھتا ہے جو حسینؑ کو دوست رکھتا ہے"۔ مگر بنی اُمیہ نے ان دونوں گلہائے نبوّت اور اجزائے رسالت کو کس طرح زہر اور تلوار سے شہید کیا۔ سرّ الشہادتین کی یہ داستان ساری دُنیا کو معلوم ہے۔ اور ان شہادتوں سے اُن کو کیا مسرت ہوئی۔ اِس کا اندازہ کرنے کے لئے تاریخ کے صفحات دیکھئے کہ شہادت امام حسنؑ پر کس مسرت کا اظہار کیا گیا اور :۔

"جب امام حسین اور اُن کے والد ماجد کی اولاد قتل ہو چکی اور ابن زیاد نے اُن کے سر یزید کے پاس بھیجے تو ان لوگوں کے قتل سے یزید بہت خوش ہوا"۔

(تاریخ الخلفاء سیوطی ۱۴۴ ۔ تاریخ طبری ج ۷، ص ۱۹)

عہدِ بنی اُمیہ میں انصاف طلب مسلمانوں اور محبان اہل بیت پر جو ظلم ہوئے مورخین نے ان پر حتی الامکان پردہ ڈالا ہے مگر ہوا یہ کہ زبانِ خنجر چُپ رہی تو آستین کا لہو پُکار پُکار کے رونے لگا۔ ان کی آوارہ وطنی، ان کے ہاتھ پاؤں کاٹنے، آنکھوں میں سلائیاں بھونکنے، گدّی سے زبان کھینچنے، زندہ دفن کرنے، ان کو جلانے اور منبر رسولؐ پر حضرت علیؑ

پر صبح و شام سبّ و شتم کرنے کی داستان اِخفا کی ہر سعی کے باوجود عام ہو گئی۔

امام زین العابدین کا امتحان

اس اجمال کے مطالعہ کے بعد انسان سوچتا ہے کہ واقعی وہ صورتِ حال کیا ہو گی؟؟؟ اور وہ کیسا بھیانک دور ہو گا۔ جس میں امام زین العابدینؑ نے ہدایت اور امامت کا کام انجام دیا۔ دورِ بنی اُمیہ کا آدھے سے زیادہ حصّہ یعنی ۹۲ سال میں سے ۵۵ سال امام زین العابدین نے دیکھا اور ۶۱ھ سے وفات تک یعنی ۹۵ھ، ۳۵ برس آپ کا عہدِ امامت رہا۔

نہج البلاغۃ (ج ا ص ۲۰۷) کے ایک خطبے میں امیرالمومنین نے عہد بنی اُمیہ کے متعلق جو پیش گوئی فرمائی ہے اُس کو پڑھ کے معلوم ہوتا ہے کہ یہ پورا عہد آپ کے سامنے تھا۔ اور آج صدیوں کے بعد بھی تاریخ کا اس سے بہتر نچوڑ پیش کرنا مشکل ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"خدا کی قسم بنو اُمیہ برابر اس حالت میں رہیں گے کہ خدا کے کسی حرام کو نہیں چھوڑیں گے مگر یہ کہ اُسے حلال کر دیں گے اینکہ گھروں اور خیموں میں اُن کا ظلم داخل ہو جائے گا۔ اُن کی بری حکومت لوگوں کے لئے ضرر رساں ہو گی۔ حالت یہ ہو جائے گی کہ دو قسم کے رونے والے ہوں گے، ایک اپنے دین کے لئے روئے گا، دوسرا اپنی دنیا کے لئے آنسو بہائے گا۔"

اقوالِ رسولؐ

اِس تاریک دور کے متعلق رسولؐ اعظم کی بھی احادیث ہیں جو مقتل خوارزمی، وسیلۃ النجاۃ۔ مشکوٰۃ۔ ذخائرالعقبیٰ۔ ینابیع المودّۃ۔ مسند امام احمد بن حنبل۔ جواہرالعقدین۔ تاریخ ابن عساکر۔ تاریخ الخلفا سیوطی۔ صحیح مسلم، صحیح بخاری۔ البدایۃ والنہایۃ، تذکرۃ خواص الامۃ

الامامۃ والسیاسۃ۔ تاریخ طبری میں موجود ہیں جن میں بنی اُمیّہ کے مظالم واقعہ کربلا اور اہل مدینہ کی بے حرمتی کی پیش گوئیوں کے ساتھ ان اعمال کے مرتکبین کی مذمت فرمائی گئی ہے۔ آنے والے واقعات خود ان احادیث کی صداقت کے گواہ ہیں۔

شہدائے راہِ حق

یہ داستان اتنی طویل ہے جس کے لئے مجلدات درکار ہیں مگر عہد امام زین العابدین کا اندازہ لگانے کے لئے انتہائی اختصار کے ساتھ اس کا کچھ حصہ پیش کرنا تاریخی دیانت کا تقاضا ہے۔

شہدائے کربلا

کربلا کی خونچکاں داستان سے کون واقف نہیں۔ اس کی ایک مختصر تاریخ حدیثِ کربلا کے نام سے عراق کے ایک فاضل جناب عبدالرزاق موسوی نے لکھی ہے جس کا ترجمہ میں شروع کرچکا ہوں اور بشرطِ حیات اگلے سال اس کی طباعت کا قصد ہے۔ فی الوقت اس گفتگو میں فقط شہدائے کربلا کی وہ فہرست درج کی جارہی ہے جو کتاب ابصار العین فی انصار الحسین میں قبیلہ وار لکھی ہے اور جس کا ترجمہ میرے جدّ مرحوم مولانا سید تصدق حسین صاحب موسوی ابن علامہ حکیم غلام حسین کنتوری نے فرمایا ہے اور جو مطبع حیدری حیدرآباد دکن سے شائع ہوئی ہے۔

فہرست شہدائے کربلا

کربلا میں یزیدی فوج کے ہاتھوں کتنے افراد درجہ شہادت پر فائز ہوئے اور اُن کے حالات کیا تھے اس کے مطالعہ کے لئے تحقیقی کتاب ترجمہ ابصار الحسین پڑھی جائے لیکن ہم یہاں اسی کتاب سے مشہور شہدا کے اسماء قبیلہ وار درج کرتے ہیں۔

شہدائے بنو ہاشم

۱- علی بن الحسینؑ بن علی ابن ابیطالبؑ
۲- عبداللہ بن الحسینؑ بن علیؑ ابن ابیطالبؑ
۳- عباسؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ
۴- عبداللہؑ بن علیؑ ابن ابی طالبؑ
۵- عثمانؑ بن علیؑ ابن ابی طالبؑ
۶- جعفرؑ بن علیؑ ابن ابی طالبؑ
۷- ابوبکرؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ
۸- ابوبکرؑ ابن حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ
۹- قاسمؑ بن حسنؑ بن علیؑ ابن ابی طالبؑ
۱۰- عبداللہؑ بن حسنؑ بن علیؑ ابن ابی طالبؑ
۱۱- عونؑ بن عبداللہؑ بن جعفرؑ ابن ابی طالبؑ
۱۲- محمدؑ بن عبداللہ بن جعفرؑ ابن ابی طالبؑ
۱۳- عبداللہؑ بن مسلمؑ بن عقیلؑ بن ابی طالبؑ
۱۴- محمدؑ ابن مسلمؑ ابن عقیلؑ ابن ابی طالبؑ
۱۵- محمدؑ ابن ابی سعیدؑ بن عقیلؑ بن ابی طالبؑ
۱۶- عبداللہ بن عقیلؑ بن ابی طالبؑ اکبر
۱۷- عبدالرحمنؑ بن عقیلؑ ابن ابی طالبؑ
۱۸- جعفرؑ بن عقیلؑ ابن ابی طالبؑ

غلامان بنو ہاشم

۱۹- اسلم بن عمرو غلام امام حسینؑ
۲۰- قاربؑ ابن عبداللہ دئلی غلام امام حسینؑ
۲۱- سلیمان بن ابی سلیمان غلام امام حسینؑ
۲۲- منجح بن سہم غلام امام حسنؑ
۲۳- سعد بن حارث غلام حضرت علیؑ
۲۴- نصر بن ابی نیرز غلام حضرت علیؑ
۲۵- حرث بن نبہان غلام حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب

شہدائے بنو اسد

۲۶- انس بن حرث بن نبیہ اسدی کاہلی
۲۷- حبیب بن مظاہر اسدی فقہی
۲۸- مسلم بن عوسجہ اسدی سعدی
۲۹- عمرو بن خالد اسدی صیداوی

شہدائے آل ہمدان

۳۰- ابو ثمامہ عمر صائدی
۳۱- بریر ابن خضیر ہمدانی مشرقی
۳۲- عابس ابن ابی شبیب شاکری

۴۳ - شوذب ابن عبداللہ ہمدانی شاکری
۴۴ - حنظلہ ابن اسد شبانی
۴۵ - عبدالرحمان ارحبی
۴۶ - شبیب غلام حارث بن حارث ابن سریع ہمدانی
۴۷ - زیاد ابو عمرہ ہمدانی سائدی
۴۸ - سوار ابن منعم ہمدانی نہمی

شہدائے قبیلہ مذحج

۳۹ - جنادہ ابن حارث مذحجی مرادی
۴۰ - مجمع ابن عبداللہ عائذی
۴۱ - عائذ بن مجمع ابن عبداللہ مذحجی
۴۲ - نافع ابن ہلال مذحجی جملی

شہدائے انصار

۴۳ - عمر ابن عرضا انصاری
۴۴ - عبدالرحمٰن بن عبدرب انصاری خزرجی
۴۵ - نعیم ابن عجلان انصاری
۴۶ - جنادہ ابن کعب انصاری
۴۷ - عمر ابن جنادہ ابن کعب انصاری
۴۸ - سعد۔

شہدائے بجلیین و خثمیین

۴۹ - ظہیر ابن قیس انماری بجلی
۵۰ - سلمان ابن مضارب انماری بجلی

شہدائے قبیلہ کندہ

۵۱ - یزید ابن زیاد ابن مہاجر بجلی
۵۲ - حارث ابن امرائ القیس کندی
۵۳ - جندب ابن حجیر کندی حولانی

شہدائے قبیلہ غفار

۵۴ - عبدالرحمٰن ابن عروہ ابن حراق غفاری
۵۵ - عبداللہ ابن عروہ بن حراق غفاری
۵۶ - جون ابن حوی غلام ابوذر غفاری

شہدائے بنی کلب

۵۷ - عبداللہ ابن عمیر کلبی

شہدائے قبیلہ ازد

۵۸ - میلم بن کثیر اعرج ازدی

۵۹ - قسم بن حبیب بن ابی بشر ازدی
۶۰ - زہیر بن سلیم ازدی
۶۱ نعمان بن عمرو ازدی راسبی

شہدائے قبیلہ عبدؔ

۶۲ - یزید بن ثبیط عبدی بصری
۶۳ - عبداللہ بن یزید بن ثبیط عبدی بصری

شہدائے قبیلہ تمیم

۶۴ - جابر بن حجاج غلام عامر بن نہشل تمیمی
۶۵ - مسعود بن حجاج تمیمی
۶۶ - عبدالرحمٰن بن مسعود بن حجاج تمیمی

شہدائے قبیلہ تغلبؔ

۶۷ - عمار بن حسان طائی
۶۸ - قاسط بن زہیر بن حارث تغلبی
۶۹ - کردوس بن " " "
۷۰ - مقسط بن " " "

شہدائے قبیلہ جہن

۷۱ - مجمع بن زیاد بن عمرو جہنی

شہدائے قبیلہ تمیم

۷۲ - حر بن یزید ریاحی

شہدائے قبائل متفرقہ

۷۳ - جبلہ بن شیبانی
۷۴ - سعید بن عبداللہ حنفی

یہ اور ان کے علاوہ جتنے افراد کربلا میں شہید ہوئے سب کا خون یزید ہی کی گردن پر ہے اس لئے کہ اسی نے عبیداللہ بن زیاد کو حضرت کے قتل کا حکم دیا۔ اس کو بصرہ کے ساتھ کوفہ کا حاکم بھی اسی مقصد کے لئے بنایا۔ چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی تاریخ الخلفاء (ص ۱۴۴) میں تحریر کرتے ہیں کہ:-

جب امام حسینؑ مکہ سے اپنے اہلبیت کے ساتھ عراق کی طرف روانہ ہوئے تو فکتب یزید الی والیہ عبیداللہ بن زیاد لقتالہ فوجہ الیہ جیشہ۔ پس یزید نے اپنے والی عبیداللہ ابن زیاد کو ان سے جنگ کے لئے تحریر کیا چنانچہ اس نے امام سے جنگ کے لئے اپنا لشکر روانہ کیا۔

علامہ محمد مبین صاحب فرنگی محلی کتاب وسیلۃ النجاتؒ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"جب یزید کو یہ خبر معلوم ہوئی کہ امام حسینؑ مکہ سے عراق کی طرف روانہ ہوئے ہیں تو اُس نے عامل بصرہ عبیداللہ بن زیاد کو خط تحریر کیا کہ امام حسین علیہ السلام سے جنگ کرکے اُن کا کام تمام کردے۔"

موصوف نے اسی کتاب میں ص۲۹۵ پر بھی تحریر کیا ہے کہ:۔

"ابنِ زیاد نے جملہ مظالم یزید کے حکم سے اہلبیتؑ پر توڑے ہیں۔"

علامہ طبریؒ تحریر کرتے ہیں کہ:۔

"جب یزید نے عبیداللہ بن زیاد و مرجانہ کو عبداللہ بن زبیر سے جنگ کرنے کو تحریر کیا تو اس نے کہا کہ میں اس فاسق کے لئے دو باتوں کو جمع نہیں کروں گا کہ فرزند دختر رسول صلی اللہ علیہ و آلہ کو قتل کروں اور خانۂ کعبہ سے جنگ کروں۔"

ابنِ زیاد کا یہ قول دلیل ہے کہ یزید نے اُسے قتلِ امام حسین علیہ السلام کا حکم تھا۔

تاریخ ابنؒ واضح میں ہے کہ:۔

وکان یزید قد ولی عبیداللہ بن زیاد العراق وکتب الیہ قد بلغنی ان اھل الکوفۃ قد کتبوا الی الحسین فی القدوم علیھم وانہ قد خرج من مکۃ متوجھاً نحوھم وقد بلی بہ بلدک من بین البلدان وایامک من بین الایام فان قتلتہ والا رجعت الی نسبک والی ابیک عبید حذر ان یفوتک۔[1]

یزید نے عبیداللہ ابن زیاد کو والی عراق بنایا تھا اور اسے تحریر کیا تھا مجھے خبر پہونچی ہے کہ اہل کوفہ نے امام حسین علیہ السلام کو کوفہ آنے کی دعوت دی ہے اور وہ انکی دعوت پر اُن کا قصد کرکے مکہ سے چل چکے ہیں اور ممالک وایام کے مقابلہ میں تیرا ملک و زمانہ اس میں مبتلا ہوا ہے اگر تو نے حسینؑ کو قتل کردیا تو خیر ورنہ تو اپنے باپ عبید کے نسب کی طرف

۱ ص۲۸۹ ، ۲ طبری ج ۶ ص ۳ ص۲۸۸ ج ۲

پلٹ جا اس لئے تو اس سے ڈرتا رہ کہیں موقع تیرے ہاتھ سے نکل نہ جائے۔

راہِ خدا کے چند اور شہید

سُلیمان بن رزین

امام حسین علیہ السلام کے غلام تھے مکہ سے امام نے آپ کو بطور قاصد بصرہ روانہ کیا تھا، ابن زیاد کے داماد منذر ابن جارود نے امام علیہ السلام کے مکتوب کے ساتھ ابن زیاد حاکم بصرہ کے سامنے پیش کر دیا۔ ابن زیاد کے حکم سے سلیمان شہید کر دیئے گئے۔ (تاریخ طبری ج ۶ ص ۲)

عبداللہ بن یقطر حمیری

آپ کی والدہ امام حسین کی کھلائی تھیں۔ آپ صحابیٔ رسول تھے۔ مکہ سے حضرت مسلم کے نام امام حسین کا خط لے جا رہے تھے۔ حصین ابن نمیر نے منزل قادسیہ پر گرفتار کر کے ابنِ زیاد کے پاس کوفے بھیجدیا۔ ابن زیاد کے حکم سے قصر حکومت کی بلندی سے نیچے پھینک دیئے گئے تھے۔ مگر جان باقی تھی عبدالملک بن عمیر قاضی وفقیہہ کوفہ نے چھُری سے ذبح کر دیا۔ (ابصار العین)

قیس بن مسہر صیداوی

حضرت مسلم بن عقیل کی شہادت کے بعد یزیدی عمال نے تمام راستوں پر پہرے بٹھا دیئے تھے قیس امام حسینؑ کا ایک خط منزل حاجز سے لے کر کوفہ جا رہے تھے گرفتار ہوئے تو عبداللہ بن یقطر کی طرح آپ نے رازداری سے کام لیا۔ ابن زیاد نے منبر پر جا کر امام حسینؑ کو بُرا کہنے کا حکم دیا قیس نے منبر پر جا کر فرزند رسولؐ کے فضائل بیان کئے ابن زیاد نے قصر دارالامارہ سے ان کو نیچے گرانے کا حکم دیا اور وہ شہید ہو گئے۔ (ابصار العین)

محمد بن کثیر اور ان کے فرزند

تاریخ اعثم کوفی میں تفصیل سے ان دونوں زعمائے کوفہ کی حمایت میں حضرت مسلم بن عقیل کے ابن زیاد کے غلاموں کے ہاتھوں شہادت کا حال مرقوم ہے۔ اُن کے حمایت

کرنے والوں نے قصر دارالامارہ کو گھیر لیا تھا۔ جب سے شام سے کوفہ پہنچنے والے دس ہزار کے لشکر نے جو عامر بن طفیل کی قیادت میں امام حسین علیہ السلام سے جنگ کرنے کے لیئے کوفہ آیا تھا، مقابلہ کیا۔ ابن زیاد کے حکم سے ان دونوں شہیدوں کے سر لشکر اہل کوفہ میں پھینک دیئے گئے۔

حضرت مسلم بن عقیل و حضرت ہانی بن عروۃ

اور پسران مسلم کی شہادت کتب تاریخ و مقاتل میں تفصیل سے درج ہے، اور واقعاتِ کربلا کے ضمن میں ہر سال بیان کی جاتی ہے۔ یہ واقعات حق پر ثبات قدم کی بے نظیر مثالیں بھی ہیں اور یزیدی حکام کی قساوت کی دردانگیز داستان بھی۔

عمارہ بن صلخب ازدی

حضرت مسلم کی شہادت کے بعد ان کو ان کے قبیلہ بنو ازد میں بحکم ابن زیاد لے جاکر قتل کر دیا گیا۔ اس لیئے کہ وہ بھی حضرت مسلم کے ساتھی تھے۔ (طبری ج ۶ ص ۳۱۴)

عبدالاعلیٰ ابن یزید کلبی

حمایت حضرت مسلم میں جہاد کیا۔ پہلے قید کیئے گئے پھر ابن زیاد کے حکم سے جبانہ سبیع میں قتل کر دیئے گئے۔

(طبری ج ۶ ص ۳۱۴)

عبداللہ بن حارث بن نوفل

حمایت حضرت مسلم میں جہاد کیا ان کے ہاتھ میں سُرخ نشان تھا قید کیئے گئے پھر مفقود الخبر ہو گئے۔

(طبری ج ۶ ص ۳۱۵)

حضرت رشید ہجری

حضرت امیرؑ کے مخصوص اصحاب میں سے تھے، بڑے صاحب مراتب تھے عابد و زاہد تھے، باکرامت بھی تھے، حضرت امیرؑ نے ان کو ان کی شہادت کی خبر دی تھی، ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغۃ (ج ۱ ص ۲۱۱) میں لکھا ہے کہ حضرت امیرؑ کو بُرا کہنے سے انکار کرنے پر ابنِ زیاد کے حکم سے آپ کے ہاتھ پاؤں اور زبان کاٹے گئے۔ آخری وقت بھی ان کی زبان

پر تھا کہ "دیکھو میرے مولا نے جو کچھ فرمایا تھا تم لوگوں نے دیکھ لیا کہ وہ سچ نکلا"۔

حضرت میثم تمّار

ابو سالم میثم بن یحییٰ تمّار کو حضرت امیرؑ نے خرید کر آزاد کر دیا تھا اور وہ کوفے میں خرمہ فروشی کرتے تھے۔ آپ کو اصفیاء امیرالمومنین میں شمار کیا جاتا ہے۔ علامہ مامقانی نے اپنے رجال (ج ۳ ص ۲۶۳) میں لکھا ہے کہ اگر عدالت اور عصمت کے درمیان کوئی درجہ ہوتا تو ہم حضرت میثم کو اس میں شمار کرتے۔ اسلام نے غلاموں کا درجہ کتنا بلند کر دیا تھا۔ حضرت بلال کی طرح میثم تمار بھی اس کی زندہ مثال تھے۔ حضرت امیر نے آپ کو بھی شہادت کی بشارت دی تھی اور اس درخت کی بھی نشاندہی فرمائی تھی جس کے تنے پر ان کو سولی دی گئی۔ حضرت میثم اس درخت کے نیچے نماز پڑھتے اور اس کی نگرانی کرتے۔ ابن زیاد نے محبت علیؑ کے جرم میں ان کو گرفتار کیا، حضرت میثم نے اس کو بتلایا کہ حضرت امیرؑ نے ان کی کیفیت شہادت کی خبر دی ہے۔ ابن زیاد نے کہا "میں اس کو غلط ثابت کروں گا"۔ حضرت میثم نے کہا تیری کیا مجال ہے کہ اس علم کو جھٹلا سکے۔ جو میرے آقا کو رسولؐ اور جبرئیلؑ کے واسطے سے بارگاہِ الٰہی سے حاصل ہوا۔ چنانچہ باوجود کوشش کے ابن زیاد نے اپنے عزم کے خلاف وہی کیا جو میثم نے کہا تھا اور وہ آخر وقت تک صداقت قول حضرت امیر اور فضائل مرتضوی بیان کرتے رہے۔ حضرت میثم کے ایمان اور ثبات قدم کی مثال انسانی تاریخ میں انبیاء و آئمہ کے علاوہ ملنا مشکل ہے۔

(شرح ابن ابی الحدید و بحار الانوار ج ۹ ص ۱۵)

قتل گہہ میں اپنے اپنے کام میں تھے حسن و عشق
اس کی آنکھیں تیغ پر تھیں میری آنکھیں سوئے دوست

(نعشق)

خالد بن مسعود

جلیل القدر اصحاب امیر المومنین میں سے تھے۔ حضرت میثم تمار کی طرح اُن کو بھی محبت آل رسولؑ میں ابن زیاد نے شہید کیا۔ (معرفۃ اخبار الرجال علامہ کشی ص ۵۶)

محمد بن اکثم

امام رضا علیہ السلام کی جس روایت سے خالد بن مسعود کی شہادت کا پتہ چلتا ہے اُسی میں اس شہید راہ حق کا تذکرہ بھی ہے۔

حجر بن عدی

ان کی شہادت کا تذکرہ بھی مذکورہ بالا روایت میں ہے اور وہ یہ حجر بن عدی نہیں ہیں جو عہد یزید سے قبل دمشق کے قریب مرج عذرا میں شہید ہوئے تھے۔ اور جو حجر بن عدی بن ادبر مراد تھے اور جنھوں نے قاتلوں سے خواہش کی تھی کہ وہ اُن کے جوان فرزند کو پہلے قتل کریں کہیں ایسا نہ ہو کہ اُس کے قدم راہ مودت آل محمد میں ڈگمگا جائیں۔ اپنے فرزند کی شہادت پر سجدۂ شکر کر کے حجر بن عدی نے اپنی گردن تلوار کے سامنے پیش کر دی۔ اُن کا مزار آج بھی اہل ایمان کی زیارت گاہ ہے۔

حضرت کامل

جب ابنِ زیاد نے عمر بن سعد وقاص کو امام حسینؑ سے جنگ کرنے والے لشکر کی سرداری دینا چاہی تو ابن سعد نے مہلت مانگی۔ اور جناب کامل سے مشورہ کیا، اُنھوں نے اُس کو نصیحت کی کہ وہ اس عظیم گناہ کا مرتکب نہ ہو مگر وہ بڑے عہدے کی لالچ میں پھنس چکا تھا۔ اُس نے ابنِ زیاد سے مخبری کر دی اور اس نے جناب کامل کی زبان کاٹنے کا حکم دیا۔ جس کے چند دن بعد وہ انتقال فرما گئے۔

عبد اللہ بن عفیف ازدی

واقعہ کربلا کے بعد جب امام زین العابدین اور دوسرے اسیرانِ اہلبیت کوفہ لائے گئے اور ابنِ زیاد نے بر سرِ منبر شہادت امام حسینؑ پر مسرت کا اظہار کیا تو آپ نے کھڑے ہو کر کہا

"مسلمانوں کے منبر پر یہ بیہودہ گفتگو کرتا ہے"۔ ابنِ زیاد نے ان کی گرفتاری کا حکم دیا۔ ان کے قبیلہ والوں نے ان کو گھر پہنچا دیا۔ ان کی ایک آنکھ جنگ جمل میں اور دوسری جنگ صفین میں زخمی ہو کر ضائع ہو چکی تھی۔ ابنِ زیاد نے ان کی گرفتاری کیلئے فوج بھیجی جس کا قبیلہ ازد نے مقابلہ کیا اور بہت سے لوگ شہید ہوئے پھر حضرت ابن عفیف گرفتار ہوئے اور حق گوئی کے جرم میں شہید کیئے گئے۔ (مقتل خوارزمی ج ۲ ص ۵۵)

ایک شیخ شامی

جب امام زین العابدین علیہ السلام اور اسیران کربلا دمشق کے دروازہ مسجد جامع پر کھڑے کیئے گئے تو ایک شامی نے آ کر خوشی کا اظہار کیا۔ امام علیہ السلام نے اس سے قرآن کی چند آیات کے متعلق سوال کیا اور آیۂ مودت اور آیۂ تطہیر کے متعلق فرمایا کہ یہ ہمارے ہی لئے نازل ہوئی ہیں۔ اس پر وہ شرمندہ ہوا۔ اور اس نے دشمنانِ آلِ محمدؐ سے نفرت و بیزاری کا اظہار کیا۔ جب اس کی خبر یزید کو ہوئی تو اس نے اس شامی کو شہید کرا دیا۔

ایک یہودی عالم کا قتل

جب امام زین العابدین علیہ السلام نے دربارِ یزید میں مشہور و معروف خطبہ ارشاد فرمایا اور یزید نے اذان کا حکم دیا۔ اس کے بعد دربار میں موجود ایک یہودی عالم نے یزید سے امام زین العابدین کے حسب و نسب کی تصدیق کرنے کے بعد کہا کہ سبحان اللہ تو نے اپنے نبیؐ کی ذریت سے کیا سلوک کیا ہے۔! یزید نے اس کا گلا گھونٹنے کا حکم دیا۔ اس اثنار میں وہ کہتا جاتا تھا تو جو جی چاہے ظلم کر مگر توراۃ میں لکھا ہے کہ اولادِ انبیار کا قاتل ملعون ہے اور جہنمی ہے۔

(مقتل موفق ابن احمد مکی خوارزمی ص ۷۱)

سفیر سلطنتِ روم کا قتل

امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب دربارِ یزید میں سر امام حسین علیہ السلام لایا گیا تو وہ شغل شراب نوشی کر رہا تھا۔ اسی اثنار میں شاہِ روم کا سفیر آیا اور اس نے پوچھا کہ یہ سر کس کا ہے؟ مجھے مطلع کرتا کہ واپسی میں اپنے بادشاہ کو خبر دوں اور وہ بھی تیری خوشی میں شریک ہو۔ یزید

نے امام حسینؑ کا نام لیا اور سفیر کے جواب میں آپ کے نواسہ رسولؐ ہونے کا بھی اقرار کیا۔!! سفیر روم نے کہا اے یزید میں حضرت داؤدؑ کی اولاد میں سے ہوں اور بہت سی پشتیں میرے اور اُن کے درمیان میں ہیں۔ مگر عیسائی میری خاکِ قدم کو بھی متبرک سمجھتے ہیں۔ اس مقتول اور تمہارے نبیؐ کے درمیان تو فقط ایک بیٹی کا فصل ہے؟ پھر اس نے عیسائیوں کی آثار انبیاء سے عقیدت کی مزید وضاحت کی تو یزید نے کہا کہ اس کو قتل کردو! ورنہ یہ واپس جا کے ہم کو رُسوا کرے گا۔ اُس سفیر نے کہا اے یزید مجھے خواب میں تمہارے نبیؐ نے جنت کی بشارت دی تھی، مگر اب میں اُن کا کلمہ پڑھتا ہوں یہ کہہ اس نے سر حسین کو بوسے دیئے اور رونے لگا۔ تاآنکہ وہ شہید کردیا گیا۔ (مقتل خوارزمی ج ۲ ص ۷۲)

بچوں اور عورتوں پر مظالم

واقعہ کربلا اور اس کے بعد بنی اُمیہ نے عموماً اور یزید نے خصوصاً بچوں اور عورتوں پر جو ظلم کئے اُن پر درندے بھی شرمسار ہوں گے۔ یعنی آنحضرتؐ نے جو اخلاقی اور انسانی تعلیمات سکھائی تھیں معلوم ہوتا ہے کہ ان ظالموں نے طے کر لیا تھا کہ ان کی ہر طرح مخالفت کریں گے۔

جناب مسیح الدین کاکوروی متوفی ۱۲۹۰ھ لکھتے ہیں:۔

"اور بعد اس کے حضرت مسلم کے دونوں بیٹوں کو جن کا نام محمد و ابراہیم تھا۔ اسی ابن مرجانہ بے حیا نے شہید کیا۔ رحم اللہ و رضاہم"

فرزندانِ حضرت مسلم کی شہادت کا دل خون کردینے والا حادثہ تاریخ الخلفاء۔ مقتل خوارزمی مقتل العوالم اور بحار الانوار میں تفصیل سے مرقوم ہے۔ ان بچوں کے قاتل نے ابنِ زیاد سے جو تفصیل بیان کی ہے اُس کے جملے اطفال آلِ محمدؐ کی سیرت کا بہترین نمونہ ہیں۔

... اُن بچوں نے کہا اے شیخ ہماری رسولؐ سے قرابت کا خیال کر اور ہمیں قتل نہ کر، حارث نے کہا تم سے رسول اللہ سے کوئی قرابت ہی نہیں پھر بچوں نے کہا۔ اے شیخ کم از کم ہماری کمسنی پر رحم کر، حارث نے کہا میرے دل میں تمہارے

لئے رحم نہیں ہے۔ پھر بچوں نے کہا تو پھر ہم کو اتنی مہلت دے کہ ہم چند رکعتیں نماز پڑھ لیں۔ حارث نے کہا۔ اگر نماز تم کو فائدہ پہنچا سکے تو جتنی رکعتیں چاہو پڑھ لو چنانچہ بچوں نے چار رکعتیں نماز پڑھی اور پھر ہاتھ باندھ کر کہا کہ اے حیّ و علیم اے احکم الحاکمین ہمارے اور اس کے درمیان تو انصاف کرنے والا ہے... پھر حارث نے بڑے بھائی کی گردن اڑا دی اور جسم دریائے فرات میں پھینک دیا۔ اور سر اپنے توبڑے میں رکھ لیا۔ چھوٹے بھائی نے کہا کہ اتنی دیر ٹھہر جا کہ میں اپنے بھائی کے خون میں لوٹ لوں تاکہ میں رسول کی خدمت میں اپنے بھائی کے خون میں لتھڑا ہوا حاضر ہوں! اور وہ اپنے بھائی کے خون میں لوٹنے لگا۔ حارث نے اس کا بھی سر کاٹ کے جسم فرات میں ڈال دیا۔ دونوں جسم تیر کر قریب آئے اور ایک دوسرے سے لپٹ کر فرات میں ڈوب گئے...."

معصوم اور بے گناہ بچوں پر یزیدیوں کے مظالم کا اندازہ کرنے کے لئے کیا ایک ہی مثال کافی نہیں۔؟

کیا بچوں پر مظالم کی ایسی کوئی مثال اور نو عمر اطفال کے ثبات و عبادت الٰہی اور استقامت کی کوئی نظیر تاریخ پیش کر سکتی ہے؟ دمعۂ ساکبہ میں علامہ محمد باقر بہبہانی نے قید خانۂ شام میں تین سال کی ایک بچی کی شہادت کا واقعہ بھی لکھا ہے جس نے خواب میں اپنے والد امام حسینؑ کو دیکھ کر رونا شروع کیا تو یزید نے سر امام حسینؑ قید خانے میں بھجوا دیا جس سے لپٹ کے بین کرتے کرتے یہ بچی جس کا نام رقیہ یا زینب تھا قضا کر گئی۔ کیا بچوں سے دنیا میں کسی اور ظالم نے ایسی قساوت قلبی کا مظاہرہ کیا ہے ؟ دل صاحب اولاد سے انصاف طلب ہے۔

بچوں کے علاوہ خواتین پر مظالم کی مثالیں کربلا کے واقعہ میں قدم قدم پر نظر آتی ہیں۔ جن کو دیکھ کر امام زین العابدین علیہ السلام نے آبائی صبر کا مظاہرہ کیا اور ان درندوں کے لئے بھی بد دعا نہ کی جنھوں نے اہل حرم کے خیمے بھی جلا دیئے۔ اور ان کا سامان اور سر کی چادریں بھی لوٹ لیں۔! یہ رسولِ اعظم کی عظمت اور جلالت تھی کہ اسیری کے بعد بھی فرج

یزید اُن کے رُعب طہارت سے کانپتی رہتی تھی اور کسی دشمن کا ہاتھ بھی اُن کے قریب نہ آسکا، اور اُن کی تلوار بھی ان وارثان تطہیر کے جسم سے مس نہ ہوئی دشمنی اور قساوت کے باوجود فوج یزید یہ جانتی تھی کہ جلال خداوندی کی بھی ایک حد ہے اور اگر انھوں نے اسیری سے زیادہ کوئی بے ادبی کی تو قہر خداوندی نازل ہوگا، جبھی تو خواتین آل محمدؐ نے بازار کوفہ و شام اور دربار میں اُن کو اُن کی شقاوت و قساوت کی صورتیں دکھلائیں اور ان کے مظالم صراحت سے بیان کیے۔ مگر خجالت سے سر جھکانے کے علاوہ وہ کچھ جواب نہ دے سکے خواتین آل محمدؐ نے اپنے خاندان اور امام حسین علیہ السّلام کے فضائل اور شہادت کے اسباب اس جرأت سے بیان کیے جو انہی کا حصہ تھا۔ مگر یزیدی ان کی تردید کی بھی ہمت نہ کر سکے۔ ثانئ زہرا کے خطبات پر تو سننے والے بازار کوفہ میں چیخ چیخ کر رونے لگے تا اینکہ امام زین العابدین ع نے یہ کہہ کے اُن کو خاموش کیا کہ "پھوپھی جان آپ تو بحمد اللہ عالمہ غیر متعلمہ اور کیسی دانشمند ہیں اور صبر و تحمل آپ کا موروثی شعار ہے" (مقتل خوارزمی ج ۲ ص ۴۲)

دربار یزید میں جناب زینب نے اپنے خطبہ میں تفصیل سے یزید کے مظالم بیان کر کے فرمایا:-

"... تو اپنا فریب و مکر جاری رکھ اور اپنی سعی کوشش کر دیکھ مگر نہ تو ہمارے ذکر کو مٹا سکتا ہے نہ ہمارے گھرانے میں آنے والی وحی کو مُردہ کر سکتا ہے نہ ہماری بلندیوں کے قریب پہنچ سکتا ہے نہ اپنے دامن سے قتل حسین کا داغ دھو سکتا ہے نہ اس کے نتائج سے بچ کے نکل سکتا ہے" (تواریخ و مقاتل)

حرمین شریفین اور صحابہ کی بے حرمتی

واقعۂ کربلا کے بعد یزید کو اندازہ ہوگیا کہ آل محمدؐ قتل و غارت اسیری بھوک پیاس، کسی حربے کے آگے نہیں جھکیں گے بلکہ اسیران کربلا اور امام زین العابدین علیہ السلام کے خطبوں نے اسکی ناکامی پر مہر ثبت کر دی نہ امام حسین علیہ السلام سے وہ اپنی بیعت حاصل کر سکا نہ ان کی اولاد اور قیدی خواتین سے بلکہ اُن کی پُر از استدلال تقاریر

اور اعلائے کلمتہ الحق کی جرأت نے یزید کو قتل امام حسین پر ناز کرنے کے بجائے اس پر مجبور کر دیا کہ وہ اپنا فخر اور بدر و احُد کے انتقام کی گفتگو بھول کے شہادت امام حسین کو ابن زیاد کے سر منڈھنے کی کوشش کرے مگر جناب زینب نے اُس کے اس مکرّ کا پردہ بھی چاک کر دیا۔ اس لئے قیدیوں کو رہا کرنے کے بعد وہ اپنی افواج و حکام کو یہ حکم دینے پر مجبور ہوا کہ اب امام زین العابدین سے کوئی مزاحمت نہ کی جائے بلکہ وہ جس کو پناہ دیں اس کو بھی نہ چھیڑا جائے۔ اس میں امام زین العابدین کے اس اخلاقِ محمدیؐ کو بھی دخل تھا کہ آپ نے بنی امیہ کے سارے معاندانہ طرز عمل کے باوجود مردان ابن الحکم کے بیوی بچوں کو اپنے گھر میں پناہ دی اور اہل مدینہ نے یزید اور اُسکے حکام کے خلاف جو بغاوت کی تھی ان کے حملوں سے ان کو محفوظ رکھا۔

واقعۂ حرّہ مدینۂ منوّرہ: واقعہ کربلا اور یزید کے علی الاعلان فسق و فجور کے بعد اہل مدینہ نے یزید کی بیعت توڑ ڈالی اور اُسکے حکام نے بشمول مروان و دیگر افرادِ بنی امیہ ان سے یہ عہد کر کے مدینہ چھوڑ دیا کہ وہ یزید کی افواج کو مدینہ کا رُخ نہ کرنے دیں گے۔ مگر انہوں نے یزید کے پاس دمشق جا کے فریاد کی اور اُس نے ۶۳ھ میں دس ہزار شامیوں کا لشکر مسلم بن عقبہ کی سرکردگی میں مدینہ کو تاراج کرنے کے لئے بھیجا اور

۱۔ مسلم بن عقبہ نے اپنی فوج کو کھلی چھٹی دیدی کہ تین دن تک مدینہ میں جو چاہو وہ کرو۔

۲۔ اہل مدینہ کی خواتین کی (سوائے ان چند سو کے جن کو امام زین العابدین علیہ السلام کی پناہ حاصل تھی اور جو مدینہ سے باہر مقیم تھے) بے آبروئی کی گئی جس کے نتیجہ میں تقریباً ایک ہزار ناجائز بچے پیدا ہوئے۔

۳۔ تین دن مدینہ منورہ لُٹتا رہا اور یزیدی فوج شقاوت اور شہر رسول کی بے حرمتی میں مصروف رہی

۴۔ صحابہ سربراہان مہاجرین و انصار میں سے سات سو افراد قتل کئے گئے۔ اس واقعہ کے بعد کوئی بدری صحابی زندہ نہ رہا۔

۵۔ قتل ہونے والے اہل مدینہ کی مجموعی تعداد دس ہزار تھی (البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۲۲۱)

۶ - سات سو قاریان و حافظان قرآن قتل کئے گئے۔
(صواعق محرقہ اور الامامۃ والسیاستہ واقعہ حرّہ)

۷ - یزیدی فوج نے اہل مدینہ کے گھروں کا سب اثاثہ لوٹ لیا۔
(الامامۃ والسیاستہ ج ا ص ۱۷۵)

۸ - مسجد نبوی ویران ہوگئی بھیڑیے مسجد میں رہتے تھے اور منبر رسول پر نجاست کرتے تھے کوئی اذان دینے والا بھی نہ آتا تھا (صواعق محرقہ)

۹ - بچ جانے والے اہل مدینہ سے یہ بیعت لی گئی کہ "ہم یزید کے غلام ہیں چاہے وہ غلام رکھے یا آزاد کر دے" (تاریخ البشر ج ا ص ۲۰۳)

۱۰ - جو شخص یہ کہتا کہ ہم کتاب خدا اور سنت رسولؐ پر بیعت کریں گے اسکا سر قلم کر دیا جاتا۔
(صواعق محرقہ ۱۳۲)

تاریخوں میں اس المناک واقعہ کی تفاصیل دیکھ کے بقول مولانا ابو کلام آزاد "قانون مکافات" کا خیال آتا ہے اگر مسلمانوں نے یزید کی حکومت اور ولی عہدی منظور نہ کی ہوتی تو یہ دن کیوں دیکھنا پڑتا۔ اگر خاکم بدھن مدینۂ منورہ پر کفار کا قبضہ ہو جاتا تو شاید وہ بھی ایسے مظالم نہ کرتے!

بیت اللہ کی بے حرمتی :- مدینۂ منورہ کے بعد لشکر یزید نے مکہ مکرمہ کا رُخ کیا اور ۲ محرم سے آخر ربیع الاول ۶۴ھ تک اسکا محاصرہ باقی رہا اور

۱ - خانہ کعبہ پر دس ہزار پتھر کے گولے پھینکے گئے۔
۲ - خانہ کعبہ کا غلاف جلا دیا گیا۔
۳ - حرم محترم میں آگ لگانے والے گولے بھی پھینکے گئے۔
۴ - خانہ کعبہ میں حضرت اسماعیل کے قربانی کے دُنبے کی جو سینگھیں تھیں وہ جل گئیں۔
۵ - خانہ کعبہ کی عمارت منہدم ہوگئی۔

(تفاصیل الامامۃ والسیاستہ اور دیگر تاریخوں میں موجود ہیں)

ابھی یہ محاصرہ جاری تھا کہ یزید کی ہلاکت کی خبر آئی اور شامی فوج واپس ہو گئی۔

المختصر مسلمانوں کے تمام مقدسات کی ایسی بے حرمتی دورِ یزید میں ہوئی کہ اگر فقط ایک کتاب میں اس کا تذکرہ ہوتا تو شاید اس کو محو کر دیا جاتا مگر ساڑھے تیرہ سو برس سے صدہا کتابوں میں یہ دردناک واقعات دھرائے جا رہے ہیں تا اینکہ جسٹس امیر علی نے اپنی انگریزی کتاب "اسپرٹ آف اسلام" میں لکھا ہے کہ:

"واقعہ حرّہ کے بعد عرب پھر ایک ویرانہ ہو گیا تھا۔ اس واقعہ کے کئی سال بعد (امام زین العابدین کے پوتے) امام جعفر صادق نے اپنی درس گاہ کو جو اُن کے دادا علی ابن ابی طالب نے قائم کی تھی از سر نو قائم کیا مگر وہ صحرائے عرب میں ایک ہی حقیقی اور سچا چراغ تھا ورنہ چاروں طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔"

دورِ معاویہ ابن یزید:- قدرت کا عجیب و غریب کرشمہ یزید جیسے سفاک و ظالم و مجرم کے گھر میں اُسکے بیٹے معاویہ ثانی کی شکل میں ظاہر ہوا۔ یزید کی ہلاکت کے بعد جب وہ خلیفہ بنا تو اُس نے اپنی پہلی اور آخری تقریر میں نہ صرف اپنے خاندان کے مظالم کا اقرار کیا بلکہ ایسی حق باتیں کہیں کہ جن سے ثابت ہو گیا کہ حق کتنا جاندار ہوتا ہے۔

اُس کے خطبے کی بعض جملے غور سے پڑھنے کے لائق ہیں۔

۱۔ خلافت خدا اور رسول کی جانب سے ایک عہدہ ہے جو اور کسی کے اختیار میں نہیں خدا جس کو خلافت کا اہل سمجھتا ہے اس کو منتخب کرتا ہے یہ انتخاب لوگوں کے ہاتھ میں نہیں.....

۲۔ میرے دادا معاویہ نے امر خلافت میں علی ابن ابی طالب سے جھگڑا کیا جو اُن سے اولیٰ اور زیادہ حقدار تھے..... اب وہ قبر میں اپنے گناہوں کے اسیر ہیں۔

۳۔ اُس کے بعد میرا باپ خلیفہ ہوا جو اسکا اہل نہ تھا اُس نے فرزند بنت رسول سے نزاع کی جسکے سبب اُسکی عمر کا سلسلہ ٹوٹ گیا اور آج وہ اپنی قبر میں اپنے گناہوں کا اسیر ہے۔

۴۔ وہ بُری طرح پلٹ کے گیا اس لئے کہ اُس نے عترت رسولؐ کو قتل کیا مدینہ کو تباہ و برباد کیا خانہ کعبہ کو ڈھایا۔

۵۔ مجھے تمہاری حکومت و امارت قبول نہیں۔ اگر دنیا اچھی چیز ہے تو ہم اسکا لطف اٹھا چکے اور اگر بری چیز ہے تو اولاد ابوسفیان تک جو کچھ پہنچا ہے بس وہی کافی ہے۔

یہ خطبہ ابوالمحاسن کی کتاب "النجوم الزاہرہ" (ج ۱ ص ۱۶۴) میں بھی موجود ہے علامہ کمال الدین دمیری کی حیواۃ الحیوان (ج ۱ ص ۵۳) میں بھی تاریخ طبری (ج ۷ ص ۳۴) اور براہین قاطعہ ترجمہ صواعق محرقہ (۳۶۱) میں لکھا ہے کہ معاویہ بن یزید اس کے بعد گھر میں چلا گیا اور چالیس دن کے بعد مر گیا۔ طبری کا بیان ہے کہ بقولے اسے زہر دیا گیا اور بعض کہتے ہیں کہ نیزے سے مار ڈالا گیا حیواۃ الحیوان میں ہے کہ جب معاویہ بن یزید نے یہ خطبہ پڑھ کے خلافت سے دستبرداری اختیار کی تو بنی امیہ نے اس کے استاد عمر مقصوص سے کہا کہ "تو نے اسے یہ سکھایا ہے" جب عمر مقصوص نے قسم کھا کر کہا "میں نے ایسا نہیں کیا بلکہ اس کی فطرت میں علی کی محبت داخل تھی تو بنی امیہ نے یہ بات ماننے سے انکار کرتے ہوئے عمر مقصوص کو زندہ دفن کر دیا (ج ۱ ص ۵۳) یہ روایت اسکا ثبوت ہے کہ معاویہ بن یزید کو بھی قتل کیا گیا ہوگا۔

دور مروان ابن الحکم: مروان اور اس کے باپ کو آنحضرت نے مدینہ منورہ سے نکال دیا تھا اور عہد حضرت عمر تک یہ دونوں مدینے واپس نہ آسکے حضرت عثمان نے ان کو واپسی کی اجازت دی (اصابہ ج ۳ ص ۳۴۶۔ مروج الذھب ج ۲ ص ۹۷ وغیرہ)

آنحضرت نے فرمایا تھا "حکم اور اس کے صلب (نسل) کے لوگوں کے سبب میری امت کے لئے ویل اور برائی ہے (اصابہ فی معرفۃ الصحابہ ج ۱ ص ۳۴۶)

حکم اور مروان کی مذمت کی احادیث بڑی محترم اسلامی کتابوں میں موجود ہیں اور اس سلسلہ کو وسیلۃ النجات میں قرآن میں مذکور شجرۂ ملعونہ سے مراد قرار دیا گیا ہے۔ مروان ہمیشہ حضرت علیؑ پر سب و شتم کرتا رہا۔ جنگ جمل میں گرفتار ہوا مگر حسینؑ کی سفارش پر رہا کر دیا گیا (شرح ابن ابی الحدید) اس نے مسلمانوں کے "عشرۂ مبشرہ" کی ایک فرد حضرت طلحہ کو قتل کیا (حیواۃ الحیوان) اہل مدینہ سے قسم کھانے کے باوجود عہد شکنی کی اور فوج یزید کو واقعۂ حرہ میں دھوکے سے مدینہ میں داخل کر دیا۔ ہلاکت یزید کے بعد وہ عبداللہ بن زبیر کی بیعت کو جانے والا تھا کہ ابن زیاد نے روکا اور خلیفہ بنا دیا

(تذکرۃ خواص الامۃ و تاریخ حبیب السیر ج ۲ ص ۷، ۴۰ تاریخ طبری (ج، ص ۳۸) میں ہے کہ قاتلان امام حسینؑ نے اس کو اس لئے خلیفہ بنایا کہ وہ جنگ جمل میں علیؑ سے لڑا تھا۔ اور یزید کی ہلاکت کے دس ماہ بعد اس کی بیعت کی گئی اور اس نے ابن زیاد کو سپہ سالار مقرر کیا۔

مروان صرف نو ماہ چند مہینے حاکم رہا جس میں عراق و حجاز شامل نہ تھے اور اس مدت میں اسکی عبداللہ بن زبیر سے جنگ بھی ہوتی رہی۔ اس فرصت سے فائدہ اٹھا کے توابین کے گروہ نے سلیمان بن صرد خزاعی کی سرکردگی میں جو صحابی رسول تھے کربلا کا انتقام لینے کی سعی شروع کی۔ اس گروہ کو توابین اس لئے کہتے ہیں کہ چار ہزار پانچ سو افراد نے حضرت علیؑ کے ہاتھوں پر گناہوں سے توبہ کی تھی اور آپکے مخالفین سے جنگ کی تھی شہادت امام حسینؑ کے بعد انمیں سے اکثر قید ہو گئے حضرت مسلم ابن عقیل ان کو چھڑانا چاہتے تھے مگر ابن زیاد کوفہ کا حاکم بن کے آگیا۔ جب مرگِ یزید کی خبر مشہور ہوئی تو اہل کوفہ نے دارالامارہ لوٹ لیا اور قید خانہ توڑ ڈالا قیدیوں میں سلیمان کے علاوہ ابراہیم بن مالک اشتر وغیرہ بھی شامل تھے۔ (اخذ الثار فی نور الابصار ص ۵۶) جنہوں نے انتقام خون حسین کے لئے ساتھیوں کو جمع کر کے قدم بڑھایا ربیع الثانی ۶۵ھ میں عین الوردہ کے مقام پر ابن زیاد کے بھیجے ہوئے لشکر سے انکا مقابلہ ہوا۔ یہ عبدالملک بن مروان کا عہد تھا شدید جنگ کے بعد توابین میں سے اکثر شہید ہو گئے اور گنے چنے باقی ماندہ لوگ گھر واپس ہو گئے۔

دور عبداللہ بن زبیر:- استیعاب میں لکھا ہے کہ "وہ بخیل بدخلق حاسد اور اختلاف کے دلدادہ تھے" علامہ مسعودی نے لکھا ہے کہ انہوں نے چالیس جمعہ تک خطبہ میں آنحضرت پر درود نہ بھیجا (ج ۲ ص ۷۱) اس دور میں بھی بنی ہاشم اور اُن کے دوستوں کو بہت مشکلات پیش آئیں۔ ۱۴ ربیع الاول ۶۴ھ کو یزید ہلاک ہوا تو انہوں نے خلافت کا دعویٰ کیا کوفہ بصرہ ایران و مصر اُنکے قبضہ میں آگیا اس کے چند دنوں بعد مروان خلافت کا مدعی ہوا، رمضان ۶۵ھ میں مروان کے بعد عبدالملک خلافت کا مدعی ہوا، بقول علامہ بیہقی حضرت ابو برزہ اسلمی صحابی رسول فرماتے تھے کہ یہ سب لوگ دنیا کے لئے لڑ رہے ہیں (حیاۃ الصحابہ ج ۲ ص ۳۹۲) انکار بیعت کی وجہ سے ابن زبیر بنی ہاشم کو زندہ جلانا چاہتے تھے حضرت مختار نے لشکر بھیج کے ان کو نجات دلائی جو ایک

گھاٹی میں قید تھے اس لشکر کو دیکھ کے ابن زبیر خانہ کعبہ کے پردے سے چمٹ کر کہنے لگے میں تو خدا کی پناہ میں ہوں (مروج الذہب ج ۲ ص ۲۷)

ربیع الثانی ۶۶ھ میں حضرت مختار نے ابراہیم بن مالک اشتر کے ساتھ خروج کیا اور کوفہ پر قبضہ کر لیا اور ڈھونڈھ ڈھونڈ کے قاتلان امام حسین علیہ السلام کو قتل کرنا شروع کیا۔ عبدالملک بن مروان کے حکم سے ابن زیاد مقابلہ کے لئے کوفہ کے لئے روانہ ہوا موصل کے مقام پر جنگ ہوئی اور ابن زیاد مارا گیا۔ جناب مختار نے ابن زیاد کا سر امام زین العابدین علیہ السلام کے پاس مدینہ روانہ کیا امام علیہ السلام نے شکر خدا ادا کیا بقول امام جعفر صادق علیہ السلام ابن زیاد کے قتل تک یعنی پانچ برس تک کسی ہاشمی خاتون نے سرمہ نہیں لگایا نہ کسی کے گھر سے باورچی خانے کا دھواں بلند ہوا۔ حضرت فاطمہ بنت الحسین فرماتی ہیں کہ ابن زیاد کے قتل ہونے تک ہم میں سے کسی عورت نے نہ مہندی لگائی نہ سرمہ لگایا نہ کنگھی کی۔ (مسند فاطمہ بنت الحسین مولفہ سرکار ناصر الملت) حضرت مختار نے کوفہ میں اٹھارہ ہزار یزیدیوں کو اور حضرت ابراہیم بن مالک اشتر نے ابن زیاد سمیت اُس کے ستّر ہزار سے زیادہ ساتھیوں کو قتل کیا۔ مصعب بن زبیر نے قاتلان امام حسین کے ایک گروہ کی تجویز پر کوفہ پر فوج کشی کی مقام مذار میں شدید جنگ ہوئی اور آخر کار رمضان ۶۷ھ میں اٹھارہ ماہ کی حکومت کے بعد وہ شہید ہو گئے (طبری وغیرہ) اور اس کے بعد ان کے ساتھ محصور سات ہزار اور ان کے بقیہ ساتھی قتل کر دیئے گئے۔ اس قتل عام پر حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب بھی ناراض تھے (طبری ج ۷ ص ۱۵۹) حضرت مختار کے قتل کے بعد مصعب نے ان کی زوجہ عمرہ بنت نعمان سے کہا کہ وہ مختار سے اظہار برائت کریں انہوں نے یہ کہہ کے انکار کیا کہ حضرت مختار عبد مومن اللہ رسول اور اہلبیت کے دوستدار تھے چنانچہ ان کو بھی قتل کر دیا گیا۔ (مسعودی وطبری) حضرت مختار کو امام زین العابدینؑ نے دعائے خیر دی تھی۔ اُن کے خلاف جو باتیں کتابوں میں لکھی ہیں وہ بنی اُمیہ کی ساختہ و پرداختہ ہیں اُن کے خروج کا مقصد فقط کربلا کا انتقام تھا۔

دورِ عبدالملک بن مروان

جب عبدالملک خلیفہ ہوا تو اس کی گود میں قرآن تھا، اُسے بند کر کے اُس نے کہا۔
ھٰذا فراقٌ بَینِی وَبَینَکَ - یہ میری اور تیری آخری ملاقات ہے۔
(تاریخ الخلفاء سیوطی ص ۱۵۲)

۷۵ھ میں اُس نے مدینہ منورہ میں اپنے میثاق حکومت کا اعلان کرتے ہوئے کہا:
"میں کمزور خلیفہ عثمان ہوں نہ چالباز خلیفہ معاویہ نہ بدکار یزید کی طرح ہوں۔ مجھ سے پہلے خلیفہ خود بھی اس دولت سے کھاتے تھے اور دوسروں کو بھی کھلاتے تھے مگر میں تو اس مرض کی دوا صرف تلوار کو جانتا ہوں...." (تاریخ الخلفاء وغیرہ)

۸۶ھ تک وہ زندہ رہا اور اسی پالیسی پر عامل رہا جو اس نے منبر رسولؐ سے اپنی خلافت کے آغاز میں علی الاعلان ظاہر کی تھی علامہ سیوطی نے اس کے عہد کی کیا خوب تصویر کشی کی ہے :۔

"اگر عبدالملک کی بُرائیوں میں حجاج ثقفی کو مسلمانوں اور صحابہ پر حاکم بنانے کے علاوہ اور کوئی بُرائی نہ ہوتی تو بھی وہ کافی تھی وہ ان کو قتل کر کے مار پیٹ کر کے ذلیل کرتا تھا۔ اس نے صحابہ اور بڑے بڑے تابعین میں سے بیشمار کو قتل کیا، اوروں کا تو خیر ذکر ہی کیا کیا جائے۔ اسی نے حضرت انسؓ اور دوسرے صحابہ کی گردنوں پر مہر لگا دی تھی تاکہ ان کو ذلیل کرے خدا اُس کو معاف نہ کرے" (ص ۱۰۴)

حجاج جس کی سفاکیوں نے مسلمانوں کی تاریخ کے صفحات خون سے رنگین کر دیئے ہیں نہ صرف عبدالملک نے اپنے عہد میں اُس کو قتل عام اور مظالم کی کھلی چھٹی دے رکھی تھی بلکہ مرتے وقت اپنے بیٹے ولید کو یہ وصیت کی :۔

"حجاج پر نظرِ عنایت رکھنا اُسی نے تمہارے لئے منبروں کو ہموار کیا اور اے ولید وہی تیری تلوار اور تیرا وار کرنے والا ہاتھ ہے اُس کی مخالفت میں کچھ نہ سُننا، تو اس کا جتنا محتاج ہے وہ تیرا اتنا محتاج نہیں ہے۔" (تاریخ الخلفاء ص ۱۵۴)

عبدالملک کے متعلق علامہ سیوطی وغیرہ نے یہ بھی لکھا ہے کہ وہ پہلا شخص ہے جس نے اہل اسلام سے غداری کی۔ خلفاء کی موجودگی میں بلا اجازت لب کشائی سے منع کیا، اور نیکی کی ہدایت دینے سے لوگوں کو روک دیا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۵۴)

ابن ابی الحدید معتزلی لکھتے ہیں :-

"جب عبدالملک ابن مروان بادشاہ ہوا تو اُس نے دوستانِ علیؑ پر بڑی سختیاں کیں اور ان پر حجاج ابن یوسف کو حاکم مقرر کیا۔ جو لوگ ظاہری طور پر دیندار تھے وہ حضرت علی کی دشمنی اور ان کے دشمنوں سے دوستی کو اُس کے دربار میں مقبول ہونے کا ذریعہ بنانے لگے، دشمنان علی کے جھوٹے فضائل اور حضرت علی کی جھوٹی بُرائیاں بیان کرنے لگے۔" (شرح نہج ج ۳ ص ۱۶)

علامہ کمال الدین دمیری اس بھیانک دور کے لئے لکھتے ہیں :-

"عبدالملک بڑا خونخوار تھا، خونریزی کے لیے بڑی جرأتیں کرتا تھا۔ اُس کے عمال بھی ویسے ہی تھے عراق میں حجاج خراسان میں مہلب ابن ابی صفرہ مصر میں ہشام بن اسماعیل اور اس کا بیٹا مغرب میں موسیٰ بن نصیر یمن میں حجاج کا بھائی محمد ابن یوسف جزیرۃ العرب میں محمد ابن مروان یہ سب حکام بڑے ظالم اور خونخوار مکار اور دغاباز تھے۔" (حیواۃ الحیوان ج ۱ ص ۵۵)

تاریخ ابن خلکان میں بھی یہی لکھا ہے۔

مؤرخ مسعودی نے حجاج کے لئے یہاں تک لکھا ہے کہ وہ عبدالملک کو (خاکم بدہن) آنحضرت سے زیادہ کریم کہتا تھا۔ (مروج الذہب ج ۲ ص ۱۰۴ نیز البدایۃ والنہایۃ ج ۹ ص ۱۳۱)

مؤرخ بلاذری نے انساب الاشراف میں (ج ۵ ص ۴۷۴) منبر و روضہ رسولؐ کے متعلق اُس کے ایسے الفاظ نقل کئے ہیں جن کو "نقل کفر" کہہ کے بھی میرا قلم نقل کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ اس دریدہ دہنی کو سن کر عظیم صحابی رسولؐ حضرت جابر ابن عبداللہ انصاری نے فرمایا تھا کہ :-

"یہ حجاج کا نہیں فرعون صفت عبدالملک کا قول ہے۔"

اہل مدینہ کی اس سگِ ناپاک نے جو توہین کی وہ تاریخ طبری وغیرہ میں درج ہے ظاہر ہے کہ وہ منکر عظمت رسول تھا۔ وہ خدا سے کیا ڈرتا، چنانچہ اُس نے خانۂ کعبہ کی بے حرمتی کی، آگ اور پتھر کے گولے برسائے اور عمارت کعبہ منہدم کر دی اور مسجد الحرام کے اندر مسلمانوں کو قتل کیا۔

(طبری ج ۷، ص ۱۹۵)

سنہ ۷۲ھ میں مسلمان امن سے حج بھی نہ کر سکے مکہ پر ابن زبیر کا قبضہ تھا اور عرفات پر حجّاج کا (تاریخ طبری واخبار طوال ابو حنیفہ دینوری ص ۳۰۴)

حبیب السیر میں لکھا ہے کہ:-

خانۂ کعبہ پر گولہ باری ہوئی آسمان سے بجلی گری، حجّاج نے اہلِ شام کو جو ڈر گئے تھے یہ دھوکہ دیا کہ بنی اسرائیل کی طرح یہ قربانی قبول ہونے کی علامت ہے۔ اور بقول ابن عساکر شامی دوبارہ توپ سے خانہ کعبہ پر پتھر پھینکنے لگے، جب اہل مکہ نے ابن زبیر کا ساتھ چھوڑ دیا تو وہ حرم میں داخل ہو گیا مسجد الحرام میں سخت جنگ ہوئی خانہ کعبہ پتھروں اور خون سے پُر ہو گیا۔ اور عبداللہ ابن زبیر وہیں قتل ہوا۔ (انساب الاشراف بلاذری ج ۵ ص ۳۷۴)

یہ وہ عہد تھا جب حسن بصری جیسے بزرگ کہتے تھے:-

"میں ایسے زمانے میں ہوں کہ روایت حدیث کے سلسلہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا نام نہیں لے سکتا۔ اس لیے ان کا واسطہ چھوڑ کر قال رسول اللہ کہتا ہوں۔"

(قول المستحسن ص ۹۶ روائح المصطفیٰ ص ۸)

یہ وہ دور تھا جب لوگ اقرار محبت آل رسول کے بجائے اپنے کفر کا اقرار کرتے تب جان بخشی ہوتی۔ ابو عمر عامر ابن شراحیل کوفی جو مشہور تابعی تھے اور پانچ سو صحابہ کی زیارت کر چکے تھے۔ اور بڑے محدث تھے۔ جب حجّاج کے سامنے گرفتار کر کے لائے گئے تو ایک شخص نے ان کو مشورہ دیا اور انھوں نے اپنے کفر کا اظہار کیا تو ان کی جان بچ گئی۔ (مروج الذہب ج ۲ ص ۱۰۴ وغیرہ)

اس عہد میں علی کا دوست کہے جانے کے بجائے کافر و زندیق کہلانا پسند کرتے تھے ۔ یہ بات امام زین العابدین کے فرزند امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمائی ہے (الشیعۃ والحاکمون ص ۹۵) اور علامہ ابن ابی الحدید نے شرح نہج ج ۲ ص ۱۶ میں بھی اس عہد کے لیئے یہی لکھا ہے:۔

علامہ عبدالرحمن ابن جوزی نے عہد حجاج کے پچاس ہزار مردوں اور تیس ہزار عورتوں کے لیئے لکھا ہے کہ:۔

"حجاج کا قید خانہ صرف ایک چار دیواری تھی ۔ اگر قیدی دھوپ سے بچنے کے لیئے دیوار کے سائے کی پناہ لیتے تو نگہبان پتھر مار کر ان کو بھگا دیتے ان کو جو روٹی ملتی اس میں نمک اور راکھ ملی ہوتی ۔ تھوڑے دن کے بعد لوگ حبشیوں کی طرح سیاہ ہو جاتے ۔" (الشیعۃ والحاکمون ص ۹۸ مروج الذہب تاریخ ابن عساکر وغیرہ)

حجاج عبدالملک کے زمانے میں گیارہ سال اور ولید کے زمانے میں نو سال یعنی عراق و حجاز میں بیس سال تک حاکم رہا ۔

مروج الذہب (ج ۳ ص ۱۷۵) اور مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۴ ص ۸۰) میں لکھا ہے کہ:۔

"جنگ کے علاوہ اس مدت میں حجاج نے ایک لاکھ بیس ہزار اشخاص کو بے بسی اور بے کسی کے عالم میں قتل کیا ۔"

تاریخ ابن عساکر میں ان بزرگوں کے اقوال بھی درج ہیں جو حجاج کو کافر و زندیق کہتے تھے، حضرت حسن بصری نے اس کے مرنے پر سجدہ شکر کیا تھا۔ کسی کافر نے بھی ظلم نہ کیے ہوں گے۔

شہدار الفضیلت

حجّاج نے لاکھوں بے گناہ مسلمانوں کے ساتھ چند صاحب منزلت حضرات کو بھی شہید کیا یعنی جناب ہمدان غلام و موذن جناب امیر اور حضرت قنبر غلام جناب امیر اور حضرت کمیل وغیرہ جن کے فضائل سے کتابیں پُر ہیں اور جن کی گواہی کو جب قاضی شریح نے قبول نہ کیا تھا تو حضرت امیر نے فرمایا تھا کہ "اگر غلام عادل ہو تو اس کی گواہی میں کوئی قباحت نہیں ہے"۔ یہ حضرت قنبر کے عادل ہونے کی نص ہے (رجال مامقانی ج ۲ ص ۲۹) حضرت قنبر جنگ صفین میں حضرت امیر کے علمبردار بھی تھے۔ جب حجّاج نے حضرت قنبر سے کہا کہ علی سے بیزاری ظاہر کرو تو آپ نے فرمایا۔

"تم مجھ کو کوئی ایسا دین بتلا دو جو حضرت علی کے دین سے بہتر ہو۔ اس پر حجّاج کے حکم سے حضرت قنبر کو ذبح کر دیا گیا"۔ (بحار الانوار ج ۹ ص ۷۱۴)

جناب کمیل ابن زیاد نخعی اصحاب حضرت امیر میں بڑے جلیل القدر ہیں۔ اور آپ ہی کے وسیلے سے ہم کو حضرت امیر کی وہ دُعا نصیب ہوئی ہے، جو اپنا آپ جواب ہے۔ وہ بڑے عابد و زاہد تھے۔ (تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۴۴۸ والبدایۃ والنہایہ ج ۹ ص ۴۷)

البدایۃ والنہایہ میں لکھا ہے کہ جب حجاج نے حضرت امیر کی شان میں گستاخی کی تو حضرت